موت

کی تیاری

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ناشر مکتبۃ الفقیر فیصل آباد

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ———— موت کی تیاری

افادات ———— [illegible]

مرتب ———— محمد حنیف نقشبندی مجددی

ناشر ———— مکتبۃ الفقیر
223 سنت پورہ فیصل آباد

اشاعت اول ———— اگست 1999ء

اشاعت دوم ———— جنوری 2000ء

اشاعت سوم ———— دسمبر 2000ء

اشاعت چہارم ———— ستمبر 2001ء

اشاعت پنجم ———— اپریل 2002ء

اشاعت ششم ———— دسمبر 2002ء

اشاعت ہفتم ———— نومبر 2003ء

اشاعت ہشتم ———— اگست 2004ء

اشاعت نہم ———— مارچ 2005ء

اشاعت دہم ———— مارچ 2006ء

اشاعت گیارہ ———— جولائی 2006ء

اشاعت بارہ ———— دسمبر 2006ء

اشاعت تیرہ ———— اپریل 2007ء

تعداد ———— 1100

کمپیوٹر کمپوزنگ ———— فقیر شاہد مسعود نقشبندی

فہرست

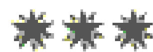
فہرست

فہرست



اولیاء اللہ کی سب سے بڑی علامت اور پہچان جو کتب میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے دل میں دنیا کی محبت کم ہوتی ہے اور آخرت کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔ دراصل اولیاء اللہ کی اس فکر کا ان کے اصحاب میں منتقل ہونا قولی اور عملی ہر دو طرح سے ہوتا ہے۔ عملی طور پر تو یوں کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والوں کو ان کی پوری زندگی اغراض دنیا اور ہوائے نفسانی سے پاک فقط رضائے الٰہی میں کوشاں نظر آتی ہے۔ اور اس معاملے میں وہ اتنے باریک بین ہوتے ہیں کہ ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل اور جملہ معاملات کی جزئیات میں بھی فکر آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ قولی طور پر یوں کہ وہ اپنی مجالس اور مواعظ میں اپنے متعلقین متوسلین اور مریدین کو موت کی یاد دلاتے رہتے ہیں اور یوم آخرت سے ڈراتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے بھی شیخ العصر محبوب العارفین سراج السالکین حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی کی مجالس کو باقاعدگی سے پایا اور مواعظ کو سنا اس کا دل التجافی عن دار الغرور و الانابة الی دار الخلود کی کیفیت سے سرشار ہونے لگا۔

فہرست



محترم محمد حنیف صاحب کی یہ ایک قابل قدر کاوش ہے کہ انہوں نے حضرت دامت برکاتہم کے موت کے متعلق بیانات کو موت کی تیاری کے عنوان سے یکجا کر کے ایک مستقل مضمون کی صورت میں پیش کیا۔ یہ چونکہ ایک صاحب دل کی باتیں ہیں جو انہوں نے دردِ دل کے ساتھ بیان کی ہیں لہٰذا کتاب کو ایسی قبولیت ملی کہ کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے پانچ ایڈیشن نکل گئے۔ چونکہ پچھلی اشاعت میں کتابت کی کچھ غلطیاں رہ گئیں تھیں لہٰذا اب ان کی تصحیح کرتے ہوئے نسبتاً بہتر کمپوزنگ کے ساتھ یہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ہمارے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین ثم آمین

ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی
خادم مکتبۃ الفقیر فیصل آباد
۱۶ دسمبر، ۲۰۰۲ء



ویسے تو پوری کتاب ہی موت کیلئے پیش لفظ کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا پیش لفظ پر پیش لفظ لکھنا ایک لایعنی سی بات نظر آتی ہے۔ تاہم مطالعہ سے پہلے قارئین کرام کی توجہ کیلئے کچھ کلمات عرض کیے جاتے ہیں۔

زیر نظر کتاب محبوب العلماء والصلحاء سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کے موت کی موضوع پر چند پرسوز بیانات کی مرتب صورت ہے۔ یہ بیانات آپ نے وقتاً فوقتاً مختلف مقامات پر ارشاد فرمائے۔ ان بیانات میں آپ نے موت قبر اور حشر کا نقشہ کچھ ایسے الفاظ میں کھینچا کہ حاضرین مجلس کو موت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اپنے قریب محسوس ہونے لگی۔ کسی کو چشم تر کی دولت ملی اور کسی کا عرق ندامت آنسوؤں کی صورت بہنے لگا۔ بیانات کی اس تاثیر کو دیکھتے ہوئے فقیر کے دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حضرت دامت برکاتہم کی ان فکر انگیز باتوں کو کتابی صورت میں استفادہ عام کیلئے شائع کرنا چاہئے۔ اگر اس کوشش سے کچھ لوگوں کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے تو محنت وصول ہو جائے گی۔ اسی سوچ کے تحت حضرت کے ان بیانات سے ایک مسلسل مضمون ترتیب دے کر اجازت خواہی کیلئے حضرت دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کر

دیا۔ حضرت جی نے ترتیب کو پسند فرمایا اور اس کا نام ''موت کی تیاری'' تجویز فرمایا۔ چنانچہ حضرت دامت برکاتہم کے فرمودات پر مبنی یہ کتاب حضرت کی دعاؤں اور توجہات کے ساتھ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ حضورِ دل سے کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ اور اس بات کو مستحضر کریں کہ ''موت کی تیاری'' فقط پڑھنی ہی نہیں موت کی تیاری کرنی بھی ہے۔ فقیر کیلئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ فرمائیں اور انجام صالحین کے ساتھ فرمائیں۔ آمین ثم آمین

دعا گو و دعا جو

فقیر محمد حنیف عفی عنہ

ایم اے۔ بی ایڈ

موضع بانگ، جھنگ

موت کی تیاری

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○ وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

انسانی زندگی کی حقیقت:

انسانی زندگی ہوا میں رکھے ہوئے چراغ کی مانند ہے۔ بوڑھا آدمی چراغ سحر ہے تو جوان آدمی چراغ شام ہے۔ جس طرح ہوا کے جھونکوں میں رکھا ہوا چراغ ایک ہی جھونکے کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح انسانی زندگی ایک ہی پل کی محتاج ہوتی ہے، پلک جھپکنے کی دیر میں انسان اس جہاں سے اگلے جہاں پہنچ جاتا ہے۔

زندگی کیا ہے تھرکتا ہوا اک ننھا سا دیا
ایک ہی جھونکا جسے آ کے بجھا دیتا ہے
یا سر مژگاں غم کا تھرکتا ہوا اک آنسو
پلک جھپکنا جسے مٹی میں ملا دیتا ہے

جس طرح رونے والے کی پلکوں پر آنسو ہوتا ہے کہ بس پلک جھپکتے ہی وہ مٹی میں مل جاتا ہے یہی انسان کی زندگی کا معاملہ ہے۔ کسی عارف کا قول ہے کہ دنیا

بغیر موت کے ایک پیسہ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی۔

نبی اکرم ﷺ کی نظر میں عقلمندوں کی پہچان:

چند نوجوان صحابہ کرامؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ مَنْ اَكْيَسُ النَّاسِ وَاَحْزَمُ النَّاسِ انسانوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار کون ہے؟ فرمایا: اَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِلْمَوْتِ وہ جو موت کو کثرت سے یاد کرنے والے ہوں وَاَكْثَرُهُمْ اِسْتِعْدَادًا لِلْمَوْتِ اور جو موت کی سب سے زیادہ تیاری کرنے والے ہوں اُولٰٓئِكَ الْاَكْيَاسُ یہ ہیں عقلمند لوگ ذَهَبُوْا بِشَرَفِ الدُّنْيَا وَكَرَامَةِ الْاٰخِرَةِ یہ لوگ دنیا کی شرافت اور آخرت کی بزرگی لے گئے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا اَكْثِرُوْا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ لذات کو ختم کرنے والی چیز کو اکثر یاد کیا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا اے اللہ کے نبی! وَمَا هَاذِمُ اللَّذَّاتِ لذات کو ختم کرنے والی چیز کیا ہے؟ قَالَ اَلْمَوْتُ فرمایا، لذات کو ختم کرنے والی چیز موت ہے۔

سیدہ عائشہؓ نے ایک بار نبی اکرمؐ سے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا کسی کا حشر شہیدوں کے ساتھ بھی ہوگا؟ آپ نے فرمایا، ہاں اس کا جو اپنی موت کو دن رات میں بیس مرتبہ یاد کرتا رہے گا۔

جس طرح کوئی بھی عقلمند انسان پل کے اوپر گھر نہیں بنایا کرتا اسی طرح اللہ والے اس دنیا سے دل نہیں لگایا کرتے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا، اے انسان! تو دنیا کے سامانوں میں لگا ہے اور دنیا تجھے اپنے سے نکالنے میں سرگرم ہے۔

اَمْ بُيُوْتُكَ الدُّنْيَا فَوَاسِعَةٌ
فَلَيْتَ قَبْرَكَ بَعْدَ الْمَوْتِ يَتَّسِعُ

{بلکہ تیرے دنیا کے گھر تو وسیع ہیں کاش کہ تیری قبر مرنے کے بعد وسیع ہوتی}

پیغام فنا:

اگر ہم موت کو بھول بھی جائیں تو پھر بھی دنیا کی ہر چیز ہمیں پیغام فنا دے رہی ہوتی ہے۔ سورج روزانہ طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتے وقت یہ پیغام دے جاتا ہے کہ اے انسان ایک دن تیری زندگی کا سورج بھی ڈوب جائے گا۔ ایک درخت کا بیج بویا جاتا ہے۔ پہلے ایک ننھا منا پودا بنتا ہے، پھر تن آور درخت کی شکل اختیار کرتا اور بالآخر کاٹ کر جلا دیا جاتا ہے یا فرنیچر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح درخت ہمیں پیغام دے رہا ہوتا ہے کہ اے انسان! ایک دن تیرا وجود بھی یہاں باقی نہیں رہے گا۔ گویا جس چیز کو زندگی مل جاتی ہے اسے بتا دیا جاتا ہے کہ یہ زندگی ختم ہونے کیلئے ملی ہے۔ کسی نے افلاطون سے پوچھا، فلاں آدمی کی موت کا کیا سبب بنا؟ اس نے کہا اس کی زندگی۔

خلفائے راشدین کے ملفوظات:

سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

كُلُّ امْرِءٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

(ہر آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ صبح کرتا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی قریب ہوتی ہے)

سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا،

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا يَا عُمَرُ (اے عمر! نصیحت کے لئے موت ہی کافی

ہے)

سیدنا عثمان غنیؓ نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ نَعِيمِ الدُّنْيَا يَكْفِيكَ الْإِسْلَامُ نِعْمَةً وَ إِنَّ مِنْ أَشْغَالِ الدُّنْيَا يَكْفِيكَ الطَّاعَةُ مَشْغَلًا وَ إِنَّ مِنَ الْعِبْرَةِ يَكْفِيكَ الْمَوْتُ عِبْرَةً

(کہ بے شک دنیا کی نعمتوں میں سے تجھے اسلام کی نعمت کافی ہے اور دنیا کے مشاغل میں سے تیرے لئے اطاعت کا مشغلہ کافی ہے اور بے شک عبرت حاصل کرنے کے لئے تیرے لئے موت کی عبرت کافی ہے۔)

موت کب آئے گی:

نبی اکرم ﷺ نے اپنے یاروں سے پوچھا، موت کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ ایک نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی اکرم ﷺ! صبح اٹھتا ہوں تو یقین نہیں ہوتا کہ رات آئے گی یا نہیں آئے گی۔ دوسرے نے کہا، اے اللہ کے نبی اکرم ﷺ! میں چار رکعت کی نیت باندھتا ہوں لیکن مجھے یقین نہیں ہوتا کہ چاروں رکعتیں مکمل بھی ہوں گی یا نہیں ہوں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، میرا یہ حال ہے کہ جب میں نماز پڑھ رہا ہوتا ہوں اور ایک طرف سلام پھیروں تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ میں دوسری طرف بھی سلام پھیر سکوں گا یا نہیں۔

میرے دوستو! یقیناً ایک پل کا بھی بھروسہ نہیں ہے۔ موت تو کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان ہے سو برس کا پل کی خبر نہیں

پانچ چیزوں کا علم:

حضرت امام مالکؒ نے سترہ سال تک مدینہ منورہ میں درس دیا۔ ایک دفعہ خواب میں آپ کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے حضور اکرم ﷺ سے خواب میں ہی پوچھا اے اللہ کے نبی اکرم ﷺ! موت کب آئے گی؟ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ہاتھ کی انگلیوں کی طرف اشارہ کر دیا۔ امام مالکؒ اشارہ کا مطلب واضح طور پر نہ سمجھ سکے۔ لہذا سوچا کہ پانچ دن یا پانچ ماہ یا پانچ سال اس سے مراد ہوں گے۔

ابن سیرین مشہور تابعی ہیں۔ انہوں نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ کرنے کا مطلب سورہ لقمان کی وہ آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، میں نے پانچ چیزوں کا علم کسی کو بھی عطا نہیں کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ٥

(قیامت کب آئے گی؟ بارش کس وقت ہوگی؟ ماں کے پیٹ سے بچہ پیدا ہوگا یا بچی؟ انسان اگلے دن میں کیا کرے گا؟ اور انسان کو کس جگہ پر موت آئے گی؟ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ رب العزت نے کسی کو نہیں دیا۔)

موت کو یاد کرنے کا فائدہ:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ جو شخص موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اسے تین کرامتیں عطا ہوتی ہیں۔

پہلی یہ کہ اسے توبہ کی توفیق جلد نصیب ہوتی ہے۔

دوسری یہ کہ اسے تھوڑی دنیا پر قناعت نصیب ہو جاتی ہے۔

اور تیسری یہ کہ اسے عبادت میں نشاط حاصل ہو جاتا ہے۔

دنیا.....قید خانہ اور جنت!!!

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَ جَنَّۃُ الْکَافِرِ

(دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے)

یعنی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں پر عمل کرنے کا عہد کر لیتا ہے اس لئے جس طرح ایک قیدی قید خانہ میں اپنی من مرضی نہیں کر سکتا اسی طرح مومن بندے کو بھی دنیا میں اپنی مرضی کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اور دوسری طرف چونکہ کافروں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں نہیں ڈالا ہوتا اس لئے انہیں اس دنیا میں ہر قسم کی مرضی کا اختیار حاصل ہے۔ وہ جو چاہیں کریں مگر آخرت میں انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے اور اپنے آپ کو غلامی میں پیش نہ کرنے کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے دی جائے گی۔ اور مومن بندہ چونکہ دنیا میں اپنی منشاء کو اللہ رب العزت کی مرضی میں گم کر دیتا ہے اس لئے آخرت میں ان کی ہر ہر خواہش کا احترام کیا جائے گا۔ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ. نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ○ سبحان اللہ یوں ان کی مہمان نوازی کی جائے گی۔

موت کا اعلان:

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَنَاتِ وَ الْاُمَّهَاتِ

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الْاَخِ وَ الْاَخَوَاتِ

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ کُلِّ حَبِیْبٍ

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اُفَرِّقُ بَیْنَ الزَّوْجِ وَ الزَّوْجَةِ

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَخْرَبَ الدِّیَارَ وَ الْقُصُوْرَ

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَعْمَرَ الْقُبُوْرَ

اَنَا الْمَوْتُ الَّذِیْ اَطْلُبُکُمْ وَاُدْرِکُکُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَةٍ وَلَا یَبْقٰی مَخْلُوْقٌ اِلَّا یَلْقَانِیْ

یعنی:

میں وہ موت ہوں جو بیٹیوں اور ماؤں میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو بھائی اور بہنوں میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو ہر دوست میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو میاں اور بیوی میں جدائی ڈال دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو گھروں اور محلات کو خراب کر دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو قبرستان کو آباد کر دیتی ہوں۔

میں وہ موت ہوں جو تمہیں تلاش کرتی رہتی ہوں اور تمہیں مضبوط قلعوں میں بھی پالیتی ہوں اور کوئی مخلوق بھی میرا ذائقہ چکھے بغیر نہیں رہتی۔

موت کا ذائقہ:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (تم میں سے ہر جی کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے)

اب ذائقہ یا تو کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے۔ جس انسان نے اچھی زندگی گزاری ہوگی وہ جب موت کا پیالہ پیے گا تو اسے میٹھا ذائقہ محسوس ہوگا اور جس انسان نے غفلت کی زندگی گزاری ہوگی اس کیلئے وہ پیالہ اتنا کڑوا ہوگا کہ پینا مشکل ہو جائے گا۔ تاہم چاروناچار اسے پینا ہوگا۔

موت کے بعد انسان کے پانچ حصے:

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ موت کے بعد انسان کے پانچ حصے بن جاتے ہیں۔

ایک تو روح ہے۔ اسے ملک الموت لے کر چلا جاتا ہے۔

دوسرا، انسان کا جسم ہے جسے کیڑے کھا جاتے ہیں۔

تیسرا، اس کا مال ہے جو اس کے وارث لے جاتے ہیں۔

چوتھا، اس کی ہڈیاں ہیں۔ جنہیں مٹی کھا جاتی ہے۔

اور پانچواں، اس کی نیکیاں ہیں جو اس کے حق دار قرض خواہ لے جاتے ہیں۔

لہٰذا ہم کیوں غیبت اور دوسری ایسی باتوں کے ذریعے اپنی نیکیاں ضائع کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے

اَلْحَسَدُ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَب

{جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اسی طرح حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے}

اسی طرح جب انسان کسی کی غیبت کرتا ہے تو جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کے گناہ دھل رہے ہوتے ہیں اور اس کے سر پہ وہ گناہ چڑھ رہے ہوتے ہیں۔ دراصل ہم اپنے کسی مخالف کی غیبت نہیں کرتے بلکہ اپنے مخالف کو اپنی نیکیاں دے رہے ہوتے ہیں۔

حضرت علیؓ کا زندوں اور مردوں سے خطاب:

یہ معاملہ تو انسان کے ساتھ ہوگا مگر کیا معلوم ہے کہ اس کے بیوی بچے اور مال اسباب کس کھاتے میں جاتے ہیں۔ وہ اس کے کسی کام آتے ہیں یا نہیں؟ ایک مرتبہ حضرت علیؓ قبرستان میں تشریف لے گئے اور وہاں بلند آواز سے کہا،

يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ اَمْوَالُكُمْ قُسِمَتْ وَ دِيَارُكُمْ سُكِنَتْ وَ نِسَاءُكُمْ زُوِّجَتْ وَ اَوْلَادُكُمْ حُرِمَتْ

اے پیوند خاک ہو جانے والے لوگو! تمہارے مال تقسیم ہو چکے ہیں، تمہارے گھروں میں رہائش رکھ لی گئی ہے، تمہاری بیویوں نے پھر سے شادیاں کر لی ہیں اور تمہاری اولادیں روز بروز منہ پھیرتی جا رہی ہیں۔

حضرت علیؓ کا یہ تو مردہ لوگوں سے خطاب تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک دفعہ زندوں سے بھی یوں فرمانے لگے کہ:

اِرْتَحَلَتِ الدُّنْيَا مُدْبِرَةً وَ ارْتَحَلَتِ الْاٰخِرَةُ مُقْبِلَةً وَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا بَنُوْنَ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَ غَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ

"دنیا دن بدن منہ پھیرتی جا رہی ہے اور آخرت روز بروز قریب آتی جا رہی ہے اور دنیا و آخرت میں سے ہر ایک کی مستقل اولاد ہے۔ تم دنیا

کی اولاد نہ ہو بلکہ آخرت کی اولاد ہو۔ آج کے دن عمل کرلو مگر حساب نہ ہوگا اور کل کے دن حساب ہوگا مگر عمل کی مہلت نہ ملے گی۔"

دنیا وطن اقامت ہے:

میرے دوستو! ہم پردیسی ہیں۔ یہ دنیا ہمارا وطن اصلی نہیں، وطن اصلی تو جنت ہے اور یہ دنیا تو وطن اقامت ہے۔ کچھ مدت کیلئے ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آزمائے جارہے ہیں۔ ہم سب مسافر ہیں۔ اور یہ سفر ہر وقت جاری ہے۔ ہم سوتے ہوں یا جاگتے ہوں' ہمیں احساس ہو یا نہ ہو، سردی ہو یا گرمی ہو، بہار ہو یا خزاں ہو، ہم کھڑے ہوں یا بیٹھے ہوں، وطن میں ہوں یا وطن سے دور ہوں ہمارا سفر ہر وقت جاری و ساری ہے۔ ہم روزانہ اپنی موت کے قریب سے قریب تر ہوتے جارہے ہیں۔ افسوس کہ یہ انسان لمبی امیدیں باندھتا ہے جبکہ موت اس کے قریب کھڑی مسکرارہی ہوتی ہے۔ اور ہماری عقل پر ایسا پردہ پڑجاتا ہے کہ ہم موت کو بالکل ہی بھول جاتے ہیں۔

پانچ تاریکیوں کیلئے پانچ چراغ:

اللہ رب العزت کی نافرمانی کرنے والے تاریکیوں کے گڑھے میں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے نکلنے کی راہیں بھی بتائی ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

اَلظُّلُمَاتُ خَمْسٌ وَ السِّرَاجُ لَهَا خَمْسٌ. حُبُّ الدُّنْيَا ظُلْمَةٌ وَ السِّرَاجُ لَهَا التَّقْوٰى، اَلْاِثْمُ ظُلْمَةٌ وَ السِّرَاجُ لَهَا التَّوْبَةُ، اَلْقَبْرُ ظُلْمَةٌ وَ السِّرَاجُ لَهَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَ الْاٰخِرَةُ ظُلْمَةٌ وَ السِّرَاجُ لَهَا الْعَمَلُ الصَّالِحُ، وَالصِّرَاطُ ظُلْمَةٌ

موت کی تیاری

وَ السِّرَاجُ لَهُ الْيَقِيْنُ.

یعنی پانچ قسم کی تاریکیاں ہیں اور ان کے لئے پانچ قسم کے چراغ ہیں۔

(۱) دنیا کی محبت ایک تاریکی ہے اور تقویٰ و پرہیزگاری اس کا چراغ ہے۔

(۲) گناہ ایک تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔

(۳) قبر ایک تاریکی ہے اور اس کا چراغ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔

(۴) آخرت ایک تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک اعمال ہیں۔

(۵) پل صراط ایک تاریکی ہے، اور اس کا چراغ یقین ہے۔

اگر ان پانچ تاریکیوں کیلئے چراغ کا بندوبست نہ کیا گیا تو پھر آخرت کی ساری زندگی تاریک ہوجائے گی۔

دنیا کی بے ثباتی:

کتنے ہی لوگ تھے جنہوں نے ہم سے پہلے ان دیسوں بستیوں کو آباد کیا' آج وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔

کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے محفل کا ہے رنگ وہی
ساقی کی نوازش جاری ہے مہمان بدلتے رہتے ہیں

آج ہم دھرتی پر مہمان ہیں کل نئے چہرے ہوں گے۔ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ؟ کدھر گئے وہ لوگ؟ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا آج ان کا تذکروں میں تذکرہ باقی نہیں رہا۔ بڑی مغروریوں میں زندگی گزارنے والے، آج قبروں کے اندر دبے پڑے ہیں اور ہوا ان کی قبروں کی مٹی

اڑا رہی ہے۔ کیسے بے داغ چہرے تھے! جو آج دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ یہ نظام قدرت ہے جو بھی دنیا میں آتا ہے اسے جانا پڑتا ہے۔ اللہ رب العزت نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا، وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ ہم نے کسی انسان کے لئے یہاں ہمیشہ رہنا تو نہیں لکھا۔ یقیناً یہ دنیا ہمیشہ تو نہیں رہے گی۔ یہاں کی ہر چیز فنا کے داغ سے داغدار ہے۔ نہ یہ جوانی ہمیشہ رہے گی، نہ یہ بڑھاپا ہمیشہ رہے گا، نہ یہ غم ہمیشہ رہے گا، نہ خوشی ہمیشہ رہے گی۔ میرے دوستو! جب یہاں کی ہر چیز عارضی ہے تو پھر انسان دنیا سے کیوں دل لگائے، اسے چاہئے کہ وہ اپنے آخرت والے گھر کو بنائے۔ ہم دنیا سے دل لگائیں گے تو ہم اپنا ہی نقصان کریں گے۔ یاد رکھیں جو انسان دنیا سے دل لگائے گا ایک نہ ایک دن دنیا سے جدا کر دیا جائے گا اور جو انسان اللہ تعالیٰ سے دل لگائے گا ایک نہ ایک دن اللہ سے ملا دیا جائے گا۔

؎ جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہنم کے لئے محنت:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جتنی محنت سے لوگ جہنم خریدتے ہیں اس سے آدھی محنت سے تو جنت ملا کرتی ہے۔ اور یہ بات حقیقت ہے کہ ہم بڑی محنت کر کے جہنم خریدتے ہیں۔ مثلاً چوری کرنا ایک بڑا گناہ ہے۔ لوگ اس کیلئے کتنی تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ راتوں کو جاگتے ہیں، دن کا سکون لٹا دیتے ہیں تب جا کر چوری جیسے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا طریقہ:

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ منبر پر

موت کی تیاری

تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرامؓ سامنے حلقہ کی شکل میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، لوگو! اللہ رب العزت سے تم ایسی شرم کیا کرو جیسے اللہ تعالیٰ سے شرم کرنے کا حق ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! اللہ رب العزت سے تو ہم حیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص تم میں سے اللہ جل شانہ، سے حیا کرے اس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی رات اس پر ایسی نہ گزرے جس میں اس کی موت اس کی آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے پیٹ کی حفاظت کرے اور اس چیز کی بھی حفاظت کرے جس کو اس کے پیٹ نے گھیر رکھا ہے اور سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی بھی حفاظت کرے جس کو سر نے گھیر رکھا ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ موت کو یاد رکھے اور اس بات کو یاد رکھے کہ مرنے کے بعد سارے کا سارا جسم شکستہ ہو کر خاک ہو جائے گا۔ اور ضروری ہے کہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔

علماء نے لکھا ہے کہ سر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے، نہ عبادت کیلئے نہ تعظیم کیلئے حتیٰ کہ جھک کر سلام بھی نہ کرے۔ اور جن چیزوں کو سر نے گھیر رکھا ہے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ، کان، زبان، یہ سب چیزیں سر کے تحت میں داخل ہیں ان سب کی حفاظت کرے۔ اسی طرح پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ مال سے حفاظت کرے اور جس چیز کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کے قریب ہیں۔ جیسے شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور دل کہ ان سب چیزوں کی حفاظت کرے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو کثرت سے پڑھنا مستحب ہے۔

...مان نہ کریں وارثاں دا:

یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ موت برحق ہے مگر کفن کے ملنے میں شک ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس حال میں موت آئے گی۔ کئی مرتبہ اخبارات میں پڑھا کہ علاقہ کے بڑے بڑے معزز آدمی کو پردیس میں ایسے حال میں موت آئی کہ لوگوں نے انہیں لاوارث سمجھ کر دفن کر دیا۔ اس وقت رونے والی کوئی ایک آنکھ بھی نہیں تھی۔

وارث مان نہ کریں وارثاں دا
تے رب بے وارثا کر مار دا ای

ایک زمیندار کی بے گوروکفن لاش:

سرگودھا کے ایک آدمی کو دشمنوں نے قتل کر کے دریائے جہلم میں پھینک دیا۔ وہ دریا کے پانی سے گزرتا ہوا نہر میں آ گیا۔ اس کی لاش خراب ہو گئی۔ ایک روز اسے پولیس والوں نے نکال کر ایک بستی والوں کے حوالے کیا کہ یہ ایک مسلمان کی میت ہے اس کو دفنا دو۔ لاؤڈ سپیکر کھلا اور اعلان ہوا کہ بے وارثی میت ہے کفن کیلئے دو دو چار چار آنے لاؤ۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس کی دو بیویاں تھیں، چار بیٹوں کا باپ تھا اور پندرہ مربع زمین کا مالک تھا۔ اتنے بڑے زمیندار کو چندے کا کفن پہنایا گیا۔

کسی کی ایک طرح پر بسر ہوئی نہ انیس
عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

یہاں دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ آئے، ملوک وسلاطین آئے مگر اس دنیا سے اپنا مال ومتاع آگے لے کر نہ جا سکے۔ حتی کہ جب ان کی قبر بنائی گئی تو ان کی

موت کی تیاری

قبر میں نیچے کوئی قالین بھی نہ بچھایا گیا، کوئی مخمل کا ٹکڑا بھی نہ رکھا گیا، وہاں کوئی روشنی کا بندوبست بھی نہ کیا گیا میت کے قد کے حساب سے قبر کی پیمائش کی جاتی ہے۔

دو گز زمین کا ٹکڑا چھوٹا سا تیرا گھر ہے

عبرت کے نشانات:

یہ عالیشان محلات اور مکانات میں زندگی گزارنے والا انسان آئندہ ایک ایسے گھر کی طرف جا رہا ہوتا ہے جہاں یہ لیٹے گا تو اٹھ کر بیٹھ نہیں سکے گا۔ اس کی قبر اس کیلئے اسی صورت میں جنت کا باغ بنے گی، جب اس نے قبر کی تیاری کی ہوگی۔ قبر ہمارے لئے عبرت کا ایک مقام ہے۔ ایک عارف کہا کرتے تھے کہ اے دوست! قبر پر غور کرو اور دیکھو کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے۔ کتنے بے داغ چہرے تھے، نازونعمت میں پلے لوگ تھے جو دنیا میں اپنی من مرضی کی زندگی گزارتے تھے، جو عیش وآرام کی زندگی گزارتے تھے، جو محفل کے اندر زعفرانی مسکراہٹیں بکھیرتے تھے اور لوگ ان کے چہروں کو دیکھتے رہ جاتے تھے لیکن موت نے ان کو مٹی میں ملا دیا، کیڑوں نے ان کے گوشت کو کھا لیا۔ آج ان کی ہڈیاں بوسیدہ پڑی ہوئی ہیں۔ آج ان کی قبر اگر کھود کر دیکھی جائے تو وہ عبرت کے نشانات بنے ہوئے ہیں۔ کہاں گئے ان کے زرق برق لباس جو وہ پہنا کرتے تھے؟ کہاں گئیں وہ چیزیں جن کو صاف کر کے اور سمیٹ کر وہ رکھا کرتے تھے؟ کہاں گئے ان کے وہ معاملات جن کی خاطر وہ جان دیا کرتے تھے؟ وہ کاروبار نہ رہا، وہ مال نہ رہا، عزیز واقارب نہ رہے۔ سب چیزیں یہیں چھوڑ کر اکیلے اس دنیا سے اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ ایک نوجوان کی کو گھر کے حالات اور والد کی

بیماری کے متعلق بتاتے ہوئے کہنے لگا "میرے والد صاحب مرتے مرتے بچے ہیں" کسی بزرگ نے یہ بات سنی تو فرمایا "عزیزم! میرے والد صاحب بچتے بچتے مریں گے" جب انجام موت ہی ہے تو کیوں نہ آخرت کیلئے پابہ رکاب رہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

(دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر ہوتا ہے یا راستہ چلنے والا مسافر ہوتا ہے)

نہیں آیا وہ جو کہ باقی رہا
نہ ساغر رہا اور نہ ساقی رہا
نہ پوچھو میری انتہا موت ہے
وہ مجرم ہوں جس کی سزا موت ہے

عبرت کا سامان:

ایک بزرگ نے کسی قبرستان میں مراقبہ کیا۔ کسی نے پوچھا، حضرت! آپ نے قبرستان والوں کو کس حال میں پایا؟ فرمایا، ان کو اپنی غفلت پر اتنی حسرت ہے کہ اگر ان کی یہ حسرت لوگوں پر تقسیم کریں تو وہ سب پاگل ہو جائیں۔

میرے دوستو! جمعۃ المبارک کو قبرستان میں جانا مسنون ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان وہاں جا کر اس "شہر خاموشاں" سے عبرت حاصل کرے۔

اقوال دانش:

اے خوبصورت لباس کے حریص! کفن کو نہ بھول۔

اے محلات کے شیدائی! قبر کے گڑھے کو نہ بھول۔

اے عمدہ غذا کے دلدادہ! کیڑوں کی غذا بننا نہ بھول۔

اے ایمان کی دولت سے غفلت برتنے والے! موت کے وقت کی مفلسی کو نہ بھول۔

بادشاہ کی آنکھ:

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ ایک آدمی اپنے مکان کے بارے میں بیٹھا اپنے بھائی سے جھگڑ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا یہ میرا مکان، یہ میرا مکان۔ تو اللہ رب العزت نے ان کی ہدایت کیلئے ایک واقعہ رونما کر دیا۔ مکان کی دیوار میں ایک اینٹ لگی ہوئی تھی اس میں سے آواز آنے لگ گئی کہ میری ملکیت پر جھگڑا کرنے والو! تم مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کون ہوں؟ وہ پہلے تو گھبرائے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ وہ اینٹ کہنے لگی کہ میں ایک بادشاہ کی آنکھ تھی۔ وہ بادشاہ ایک ملک کا حکمران تھا اور دنیا میں اس نے بڑے عیش و آرام کی زندگی گزاری تھی۔ جب اس کی موت آ گئی تو اس کو قبر میں دفنایا گیا۔ اس کو کیڑوں نے کھا لیا اور وہ مٹی بن گیا۔ وہ کہنے لگی کہ میں مٹی کے وہ ذرات ہوں جو کسی دور میں اس بادشاہ کی آنکھ تھی۔ ان آنکھوں سے وہ غیروں کو محبت کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ میری حالت تو دیکھو کہ آج اینٹ بنی ہوئی ہوں اور مکان کے اندر لگی ہوئی ہوں۔ تم بھی ایک دن اسی طرح مٹی بنے پڑے ہو گے۔ میرے دوستو! ہم میں سے ہر ایک کو موت کی تیاری کرنی ہے اس لئے کہ جو دن اللہ رب العزت کی رضا کے بغیر گزر گیا وہ ہمارے سر کے اوپر بوجھ ہے۔

ایک نصیحت آموز حکایت:

ایک آدمی نے اپنے لئے ایک خوبصورت محل بنوایا۔ دوستوں نے مشورہ دیا کہ تم اس کیلئے شاندار دعوت کا اہتمام کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ شہر کے لوگوں کو بلایا اور اپنے محل میں اس نے ایک تخت بنوایا۔ وہ تاج پہن کر اس تخت پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے اپنے خادم کو بھیجا کہ پتہ کرو یہ کون ہے۔ جب خادم نے دروازہ کھول کر دیکھا تو اسے ایک بوڑھا سا آدمی نظر آیا اور اس نے اس سے کہا کہ جاؤ اپنے مالک کو بتادو کہ ملک الموت آئے ہیں۔ یہ حیران پریشان بھاگا واپس آیا اور آکر کہا کہ ملک الموت آئے ہیں اور دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔ اس نے سنا تو اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ اس نے خادم سے کہا کہ اسے وہیں سے کوئی بہانہ کر کے فارغ کردو۔ ابھی یہ بات کرہی رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ وہ بوڑھا قریب پہنچ چکا تھا۔ اب بوڑھے نے اسے گھورا اور کہا کہ تو بہانے بناتا ہے کہ مجھے واپس بھیجے گا، میں اپنے وقت پہ آتا ہوں اور جب آتا ہوں تو میں روح قبض کیے بغیر واپس نہیں جاتا۔ میں انسان کے سینے پہ پنجہ گاڑتا ہوں اور میں اس کی روح کو قبض کرلیتا ہوں اور جب اس کی روح کو قبض کرتا ہوں تو باقی رونا شروع کردیتے ہیں۔ میں مکان کے کونے میں کھڑے ہوکر کہتا ہوں کہ اے رونے والو! تم اس میت پہ رو رہے ہو، مجھے تو ابھی پھر یہاں آنا ہے اور تم میں سے جتنے زندہ ہیں اتنی مرتبہ آ کر روحوں کو لے کر جانا ہے۔ اگر وہ آواز رونے والے سن لیں تو رونا چھوڑ دیں اور انہیں اپنی اپنی فکر لگ جائے۔

بے غرض محبت:

آج کا انسان کہتا ہے میری بیوی، میرے بچے، میرا مکان، میری دکان،

میری تجارت، میرا فلاں اور میرا فلاں۔ اور کل کو پتہ چلے گا کہ میرا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ تو ادھار کا مال تھا جو پروردگار نے کچھ عرصہ دے کر مجھ سے واپس لے لیا۔ کوئی بھی اپنا نہیں۔ ہاں اگر اپنا ہے تو فقط اللہ رب العزت ہے۔ وہ ایسی ذات ہے کہ جو انسان کے ساتھ بغیر کسی مطلب کے محبت کرنے والی ہے۔ بیوی بچے، عزیز و اقارب، دوست احباب کو کوئی نہ کوئی مطلب ہوتا ہے، حتیٰ کہ ماں باپ کے دل میں بھی کوئی نہ کوئی بات ہوتی ہے کہ بڑھاپے میں یہ بیٹا کام آئے گا۔ اگر بے غرض تعلق ہے تو فقط اللہ رب العزت کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے۔ اس لئے بندے کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے مولا سے دل لگائے اور اسی کو منائے کیونکہ پروردگار کے پاس جانا ہے۔

ملک الموت کے قاصد:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ ملک الموت سے فرمایا کہ ملک الموت! تو اپنے آنے سے پہلے کوئی پیغامبر بھیج دیا کر۔ ملک الموت نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! قاصد تو بڑے بھیجے جاتے ہیں مگر لوگ تو ان کے پیغام کو سنتے نہیں۔ پوچھا، وہ کونسے؟ اے اللہ کے نبی! دانت کا ٹوٹ جانا بھی پیغام ہے، بینائی کا کمزور ہو جانا بھی پیغام، انسان کے بالوں کا سفید ہو جانا بھی پیغام۔ یہ سب پیغام ہی تو ہیں کہ میاں! تیرا وقت گزر رہا ہے، تیری کھیتی پک رہی ہے، اور جب کھیتی پک جاتی ہے تو درانتی چلائی جاتی ہے۔ اس کو کاٹا جاتا ہے۔ جب یہ کھیتی پک جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کھیتی کو بھی کاٹ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ موت کیوں دیتے ہیں؟

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ ؑ نے اللہ رب العزت سے پوچھا، اے اللہ! آپ لوگوں کو پیدا کر کے مارتے کیوں ہیں؟ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا، زمین میں کھیتی کرو۔ حضرت موسیٰ ؑ نے زمین میں گندم کی فصل کاشت کر دی۔ کچھ عرصہ کے بعد فصل پک کر تیار ہو گئی۔ حضرت موسیٰ ؑ نے جب دیکھا کہ فصل پک چکی ہے تو اس کے کاٹنے کی فکر کی۔ چنانچہ فصل کاٹ دی گئی۔ دانے اور بھوسا الگ الگ کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے میرے پیارے موسیٰ! تو نے گندم کو کاٹ کروا کے اور بھوسا الگ الگ کیوں کر دیئے؟ عرض کیا، اے میرے پروردگار! فصل پک چکی تھی اس لئے کاٹ دی ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے فرمایا، اے موسیٰ! میں بھی تو یہی کرتا ہوں کہ جب لوگوں کی زندگی کی فصل پک کر تیار ہو جاتی ہے تو میں اس کو کاٹ دیتا ہوں اور دانے کی مانند لوگوں کو جنت میں داخل کر دیتا ہوں اور بھوسے کی مانند لوگوں کو جہنم میں داخل کر دیتا ہوں۔

موت کے وقت پردوں کا کھلنا:

میرے دوستو! دنیا کا غم بھی عارضی ہے اور دنیا کی خوشیاں بھی عارضی ہیں۔ آج آپ اپنے ارد گرد نظر دوڑا کر دیکھیں۔ حالات پوچھ کر دیکھیں تو آپ کو ہر انسان کسی نہ کسی درجے میں پریشان نظر آئے گا۔ کوئی کاروبار کی وجہ سے پریشان، کوئی اپنی صحت کی وجہ سے پریشان، کوئی اولاد کی وجہ سے پریشان، کوئی نوکری کی وجہ سے پریشان، کوئی مکان کی وجہ سے پریشان، کوئی میاں بیوی کے جھگڑوں سے پریشان، کوئی اپنی اولاد کے سسرال کی وجہ سے پریشان، کوئی پڑوسیوں سے

پریشان، کوئی اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے پریشان۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج ہماری زندگی میں آخرت کی فکر نہیں ہے جس کی وجہ سے پریشانیاں موسلا دھار بارش کی طرح آ رہی ہیں۔

درین دنیا کسے بے غم نہ باشد
اگر باشد بنی آدم نہ باشد

(اس دنیا میں کوئی بھی بے غم نہیں۔ اگر کوئی ہے تو پھر وہ بنی آدم ہی نہیں ہے)

آج تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں بہت زیادہ پریشانیاں تھیں۔ اور آخرت کی پریشانیاں بھولی ہوئی ہیں مگر جب ظاہر کی آنکھ بند ہوگی تو پھر ہماری آنکھوں سے پردے کھلیں گے کہ ہم کس طرح کی زندگی بسر کرتے رہے۔ یاد رکھیں کہ موت کے وقت شیطان مردہ ماں باپ یا دوست کی شکل میں آ کر انسان کو بے دین ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ اس فتنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر کوئی نہیں بچ سکتا۔ حضرت کعب احبارؓ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے موت کو پہچان لیا اس پر دنیا کی مصیبتیں اور فکریں آسان ہو گئیں۔

عالم نزع میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ نرمی:

نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابیؓ بیمار تھے۔ آپ ﷺ عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ ابھی آپ ﷺ وہاں پہنچے ہی تھے کہ اتنے میں ملک الموت آ گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ ملک الموت نے اپنی انگلی ان کے سینے کے اوپر رکھی اور اس صحابیؓ کی روح قبض کی۔ آپ ﷺ نے ملک الموت سے فرمایا کہ ذرا آسانی کرنا۔ ملک الموت نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! مجھے اللہ رب العزت

نے پہلے ہی حکم فرما دیا ہے کہ میرے محبوب ﷺ کے ہر صحابیؓ کی روح کو تو نے آسانی کے ساتھ قبض کرنا ہے، اس لئے میں نے ایک انگلی سے آپ ﷺ کے اس غلام کی روح قبض کی ہے۔ اگر کسی اور کی روح قبض کرنی ہو تو میں اس کے سینے کے اندر پنجہ گاڑ دیا کرتا ہوں۔

نزع کے وقت کی تکلیف:

حدیث پاک میں ہے کہ:

''اگر جانوروں کو اپنی موت کا تمہاری طرح علم ہوتا تو تم کو کوئی موٹا جانور کھانے کو نہ ملتا''

غور کیجئے کہ اگر کسی کی انگلی کٹے تو کتنا درد ہوتا ہے۔ کس لئے؟ اس لئے کہ جو انگلی کٹ گئی، اس حصہ میں سے روح نکل کر بقیہ جسم میں سمٹ گئی۔ اب اگر اس انگلی میں سے روح نکلنے کی اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب پورے جسم سے روح نکل رہی ہوتی ہے اس وقت تکلیف کا کیا عالم ہو رہا ہوگا۔ ایک مثال دے کر سمجھایا گیا، اگر کانٹوں والی ایک ٹہنی انسان کے جسم میں داخل کر دیں اور یکدم اس کو کھینچ لیں تو جیسے پورے جسم میں کانٹے چبھتے ہیں، اور اس کی تکلیف محسوس ہوتی ہے، اسی طرح موت کے وقت انسان کو تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ دوسری مثال دے کر فرمایا کہ موت کے وقت انسان کو اس قدر تکلیف محسوس ہوتی ہے جیسے زندہ بکری کی کھال کھینچی جا رہی ہو۔ حضرت علیؓ جب جہاد کا خطبہ دیتے تو اس وقت مجاہدین سے فرماتے، اے مجاہدو! اللہ کے راستے میں شہید ہو جاؤ گے تو تمہیں بالکل تکلیف نہیں ہوگی اور اگر گھر پہ جا کر مرو گے تو تمہیں قینچیوں سے کترنے سے زیادہ تکلیف ہوگی۔ بعض اوقات فرماتے کہ دیگ میں بھون دینے سے بھی زیادہ تمہیں تکلیف

ہوگی۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ موت کی تکلیف بہت زیادہ ہوتی ہے۔

بلکہ حضور ﷺ نے موت کی سختی کے بارے میں فرمایا

وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَاءِ عَلَى الْفُرُشَاتِ

(خدا کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جانتے تو تم کم ہنستے، زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی عورتوں سے لطف اندوز نہ ہوتے)۔

موت کی سختی:

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت دل کی رگ کو چھوتے ہیں اس وقت آدمی لوگوں کو پہچان نہیں سکتا، زبان بھی بند ہو جاتی ہے اور دنیا کی سب چیزیں بھول جاتی ہیں۔ اس وقت اتنی شدید تکلیف ہوتی ہے کہ اگر اس وقت موت کا نشہ سوار نہ ہو تو قریب بیٹھنے والوں پر تلوار چلانے لگ جائے۔

موت کی کیفیت:

حضرت عمرو بن العاصؓ اپنی محفلوں میں اکثر کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں کہ مرنے والے اپنے آخری وقت کی کیفیت بیان کیوں نہیں کرتے؟ جب ان پر جان کنی کا عالم طاری ہوا تو بیٹے نے کہا، ابا جان! اب آپ ہی اپنی کیفیت بیان کر دیں۔ آپ نے فرمایا، بیٹا! ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میرا جسم آگ کے تختے پر ہے سوئی کے ناکے سے سانس آ رہی ہے اور احد پہاڑ میرے سینے پر رکھ دیا گیا ہے۔

نمازی آدمی کیلئے کلمہ طیبہ کی تلقین:

ایک روایت میں آتا ہے کہ ملک الموت نمازوں کے وقت میں آدمیوں پر نظر رکھتے ہیں۔ جو جو آدمی وقت پر نماز پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں ان کو انکی وفات کے وقت خود ہی کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے ہیں اور شیطان کو اس کے پاس سے ہٹا دیتے ہیں۔ اب آپ خود بتائیں کہ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ ہمیں ملک الموت موت کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین نہ کرے۔

ایک شرابی کی موت کا منظر:

جو لوگ اپنی بداعمالیوں سے اللہ رب العزت کو ناراض کر لیتے ہیں اور پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں وقت رہتے ہیں ان کی موت بھی اسی حال میں ہوتی ہے۔ ان کے آخری لمحات میں ان کی زبان پر وہی کچھ آتا ہے جو ان کے دلوں میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ بصرہ میں ایک بزرگ تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص مرنے لگا لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے لگے لیکن اس کی زبان سے نکل رہا تھا، شراب کا گلاس تو بھی پی مجھے بھی پلا، تو بھی پی مجھے بھی پلا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ

ایک غافل کی موت کا منظر:

اسی طرح ایک اور شخص کا انتقال ہونے لگا۔ لوگ اس کو لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ پڑھنے کی تلقین کر رہے تھے مگر چونکہ وہ کسی چیز کے بیچنے کا کاروبار کرتا تھا اور نمازوں وغیرہ کی پرواہ نہیں کرتا تھا اس لئے وہ جواب میں کہنے لگا، دس دس روپیہ، گیارہ گیارہ روپیہ، بارہ بارہ روپیہ۔

سفرِ آخرت کی منازل

میرے دوستو! آخرت کے سفر کی پانچ منزلیں ہیں۔

پہلی منزل:

پہلی منزل سکرات کی منزل ہے۔ مرنے سے پہلے جب انسان کی سانس اکھڑ جاتی ہے اس وقت کو سکرات یا نزع کی کیفیت کہتے ہیں۔ یہ کیفیت طاری ہونے سے پہلے پہلے انسان کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اس وقت نیک آدمی کے استقبال کیلئے جنت سے فرشتے آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اولیاء کو موت سے پہلے ندا آتی ہے۔ يَـا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ اِرْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ○ اور جب گناہ گار آدمی کی موت کا وقت آتا ہے تو اس وقت جہنم سے فرشتے آتے ہیں۔ ان کے پاس جہنم کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اس کی روح قبض کرتے ہوئے فرشتے بدبو کی وجہ سے ناک پر چادر رکھ لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے کر کے دکھایا۔

دوسری منزل:

انسان کے سفر آخرت کی دوسری منزل قبر ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر کو مٹی کا ڈھیر نہ سمجھو بلکہ یا تو یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ جب کسی نیک آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے۔ کہ دنیا میں جتنے انسان تھے مجھے ان میں سب سے زیادہ محبت تجھ سے تھی۔ اب تو میرے پاس آیا ہے، اب میرا حسن سلوک بھی

دیکھنا۔ اس کے بعد وہ قبر اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک اس مردے کی نظر جاتی ہے وہاں تک قبر وسیع ہو چکی ہوتی ہے۔ اور جب کسی فاسق اور گناہ گار آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ دنیا میں جتنے انسان بستے تھے ان سب میں سے مجھے تجھ سے زیادہ نفرت تھی۔ اب تو میرے پاس آیا ہے تو میرا سلوک بھی دیکھنا۔ اس کے بعد قبر اس کو دباتی ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں گھس جاتی ہیں۔

تیسری منزل:

سفر آخرت کی تیسری منزل حشر ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حشر کا ایک دن پچاس ہزار سال کا ہے۔ کافروں کیلئے پچاس ہزار سال کا دن ہوگا مگر اللہ والوں کیلئے چند لمحوں کے برابر ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان والوں کیلئے قیامت کا دن فجر کی دو رکعت سنت پڑھنے کے برابر ہوگا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ نبی اکرم ﷺ کی سب سے مختصر نماز فجر کی دو سنتیں ہوا کرتی تھیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ سورج کی سات آنکھیں ہیں۔ اس وقت ایک آنکھ کھلی ہوتی ہے۔ روز محشر ساتوں آنکھیں کھولے گا۔ اس وقت نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ ہر انسان اپنے گناہوں کے بقدر اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔ کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو ٹخنوں تک، کسی کو گلے تک پسینہ ہوگا۔ یہی نہیں کہ صرف پسینہ ہوگا بلکہ وہ پسینے میں جل رہا ہوگا۔ لیکن بعض متقین کو اتنا تھوڑا پسینہ آئے گا جتنا بیت الخلاء میں بیٹھنے والے کو آتا ہے۔ اس دن اللہ کے عرش کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ سات قسم کے بندے اس دن اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے۔ ایک عادل بادشاہ، دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ

کی عبادت کرتا ہو، تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر ان کا اجتماع ہو اسی پر ان کی جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔ چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریقے سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور اس کے آنسو بہنے لگیں۔

اس دن کسی شخص کے قدم بھی اس وقت تک اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکیں گے جب تک کہ وہ چار سوالوں کے جوابات نہیں دے لے گا۔ اس سے پہلا سوال یہ کیا جائے گا کہ اپنی عمر کن کاموں میں گزاری؟ دوسرا سوال یہ ہوگا کہ اپنے جسم کی توانائی کہاں خرچ کی؟ تیسرا سوال یہ ہوگا کہ اپنے علم پر کس قدر عمل کیا؟ اور آخری سوال یہ ہوگا کہ مال کن ذرائع سے حاصل کیا اور کن کن کاموں پر خرچ کیا تھا؟

چوتھی منزل:

چوتھی منزل میزان کی منزل ہے کہ ان موقعوں پر کوئی آدمی بھی کسی دوسرے کا پرسان حال نہیں ہوگا۔ ان میں سے ایک میزان کا موقع ہے۔ میزان کے وقت ہر انسان کو یہ خطرہ ہوگا کہ معلوم نہیں کہ میرے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہے یا گناہوں کا۔

پانچویں منزل:

سفر آخرت کی پانچویں منزل پل صراط ہے۔ یہ ایک ایسا پل ہوگا جو بال سے

زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس پر سے ہر آدمی کو گزرنا پڑے گا۔ یہ پل بالکل اندھیرے میں ہوگا۔ ایمان والے لوگ جب اس کے اوپر سے گزریں گے تو ان کے پاس ایمان کا نور ہوگا۔ اور جو لوگ کافر ہوں گے ان کے پاس نور ہی نہ ہوگا۔ وہ ایمان والوں سے کہیں گے کہ بھئی! ہمیں بھی اپنی روشنی سے فائدہ اٹھانے دو۔ وہ ان سے کہیں گے کہ نہیں یہ روشنی تو دنیا میں ملا کرتی ہے۔ اس کے بعد ایمان والوں اور کافروں کے درمیان ایک دیوار بنادی جائے گی جس کی وجہ سے وہ بالکل ہی اندھیرے میں رہ جائیں گے۔

قیامت کے دن لوگ اپنے گناہوں کی شکل کے مطابق کھڑے کئے جائیں گے۔ کچھ کے چہرے پر نور ہوں گے اور کچھ کے سیاہ۔

متکبر کی حالت:

میرے دوستو! جب کوئی بندہ اونچا بول بولتا ہے۔ تو اللہ رب العزت کا غصہ بھڑکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ (بلندی اور عظمت میری چادر ہے)

کوئی اور ایسا بول زبان سے کیسے نکال سکتا ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قد چیونٹی کے برابر بنادیں گے۔ یہ کس لئے؟ اس لئے کہ دنیا میں وہ تکبر کرنے والا تھا۔ اونچے بول بولنے والا تھا۔ روز محشر اللہ رب العزت اس کو اتنا چھوٹا قد دیں گے تاکہ ساری مخلوق مسل مسل کر آگے گزرے اور اس کی ذلت و رسوائی ہو۔

احکام الٰہی سے منہ موڑنے والے کی حالت:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو آدمی شریعت کے احکام سے آنکھ بند کر کے

زندگی گزارتا رہا، قرآن حدیث کی باتوں سے اس نے آنکھ کو بند کیے رکھا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو قیامت کے دن ہم اندھا کھڑا کریں گے۔

غیروں سے سوال کرنے والے کی حالت:

ایک وہ آدمی جو غیر کے سامنے سوال کرتا ہے، فقیر بنتا ہے، اس کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے سب گوشت ختم کر دیں گے، چہرے پر فقط ہڈیاں ہی ہڈیاں ہوں گی۔ کس لئے؟ یہ اس لئے ہوگا کہ ہمارے غیر کی طرف جھکتا تھا، اسے سلام کرتا تھا اور اس سے سوال کرتا تھا۔ آج کے دن اس کے چہرے کی رونق ختم کر دی جائے گی۔ سب اسے دیکھ کر پہچان لیں گے کہ یہ اللہ کو چھوڑ کر غیروں کے سامنے دست سوال دراز کرتا تھا۔

ناانصافی کرنے والے کی حالت:

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس آدمی کی دو بیویاں ہوں گی اور وہ ان میں انصاف نہیں کرتا ہوگا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو فالج زدہ آدمی کی طرح کھڑا کرے گا اور لوگ دور سے ہی پہچان لیں گے کہ یہ ناانصافیوں کی زندگی گزارنے والا بندہ ہے۔

دین کو فروخت کرنے والوں کی حالت:

بعض لوگوں کے پیٹ بہت بڑی دیگ کی مانند ہوں گے۔ ان کے پیٹوں کے اندر انگارے بھرے ہوئے ہوں گے۔ وہ انگارے ان کو جلا رہے ہوں گے اور یہ چلا رہے ہوں گے یہ لوگ کون ہوں گے؟ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دین کو چند پیسوں

کی خاطر فروخت کرنے والے ہوں گے اُولٰئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وہ اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں وَلَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے ہرگز کلام نہیں کرے گا وَلَا یُزَکِّیْھِمْ اور نہ ان کو ستھرا کرے گا۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہوگا۔

زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والوں کی حالت:

وہ آدمی جس نے دنیا میں کسی دوسرے کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوگا اس کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے کہ سات زمین نیچے تک جتنا زمین کا ٹکڑا بنے گا وہ سارے کا سارا قیامت کے دن اٹھا کر اس کے سر پر رکھا ہوا ہوگا اور وہ اس حال میں کھڑا ہوا ہوگا۔ ساری دنیا دیکھے گی کہ اس نے کسی کی زمین پر ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا۔ میرے دوستو! ہم تو اتنی سی ہمت کے مالک ہیں کہ ہمارے لئے سر پر ایک بالٹی اٹھانا مشکل ہے، ہم اتنی بڑی زمین کا بوجھ کیسے اٹھا سکیں گے؟ لیکن پھر بھی ہم کسی دوسرے کے کئی کئی ایکڑ اور کئی کئی مربع پر قبضہ کرنے بیٹھے ہوتے ہیں اور اپنی جائیداد بنائی ہوتی ہے۔

موت کی کیفیت:

حضرت عمرو بن العاصؓ اپنی محفلوں میں اکثر کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں کہ مرنے والے اپنے آخری وقت کی کیفیت بیان کیوں نہیں کرتے؟ جب ان پر جان کنی کا عالم طاری ہوا تو بیٹے نے کہا، ابا جان! اب آپ ہی اپنی کیفیت بیان کر دیں۔ آپ نے فرمایا، بیٹا! ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میرا جسم آگ کے تختے پر ہے

سوئی کے ناکے سے سانس آ رہی ہے اور احد پہاڑ میرے سینے پر رکھ دیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن ذرؒ کی کسرِ نفسی:

امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ حضرت عمر بن ذرؒ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ پوچھا، کیا حال ہے؟ فرمایا، کیا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دے جبکہ ہمارے سینوں میں توحید ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے پروردگار! اس شخص کی مغفرت فرما جو جادوگروں کی حالت پر ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہم پروردگارِ عالم پر ایمان لائے۔

غم اور خوشی کا سبب:

کتاب الحقائق میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس سے غم تو اس بات کا پہنچا تھا کہ وہ جنت سے نکلنے کا ذریعہ بنا۔ مگر خوشی اس بات کی ہوئی کہ خطا کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کی طرف منسوب کر دیا۔ فرمایا، فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ شیطان نے ان دونوں کو لغزش میں ڈال دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نارِ نمرود کو دیکھا تو غم ہوا لیکن جب اسے بَرْدًا وَّسَلٰمًا پایا تو خوشی ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو غم تھا کہ بیٹے کو دریا میں ڈال دیا مگر خوشی ہوئی کہ فرعون بھی دریا میں ڈوبا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب بیٹے کا خون آلود کرتہ دیکھا تھا تو غم ملا لیکن جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی قمیص بھیجی تو بینائی بھی انہیں واپس مل گئی۔

اصول یہ نکلتا ہے کہ جو چیز غم کا سبب ہے خوشی کا سبب بھی وہی بنتی ہے۔ پس جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے غمزدہ رہے گا وہ روزِ محشر بلا حساب کتاب کے بخشا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوشی بھی اسی کو ہوگی۔

ملک الموت کی موت:

میرے دوستو! ایک وقت آئے گا کہ موت لانے والے فرشتے کو بھی موت آجائے گی۔ حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں کہ سب سے آخر میں ملک الموت پر موت آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اسے حکم دیں گے کہ اے ملک الموت! تو مرجا، تو اس وقت کے بعد وہ ایک ایسی چیخ مارے گا کہ اگر اسے سب آسمانوں اور زمین والے سن لیں تو گھبراہٹ سے مرجائیں۔ اس کے بعد اس پر موت واقع ہو جائے گی۔ حضرت زیاد نمیریؒ بھی فرماتے ہیں کہ باقی مخلوقات سے زیادہ ملک الموت پر موت سخت ہوگی۔

ملک الموت کا کام:

انسان کو حسن و دولت کمانے کی فکر رہتی ہے اور موت کو بالکل ہی بھول جاتا ہے۔ کاروباری حضرات اپنا حساب کتاب ٹھیک ٹھاک رکھتے ہیں۔ جو دینا ہو وقت پر دیتے ہیں اور جو لینا ہو وہ بھی وقت پر لیتے ہیں۔ یہی کام ملک الموت کرتا ہے۔

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ

سیٹھ جی کو فکر تھی ایک ایک کو دس کیجئے
آیا ملک الموت بولا جان واپس کیجئے

موت کی حکمتیں:

مشہور قول ہے فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ دانا کا کوئی بھی کام دانائی سے خالی نہیں ہوتا۔ اسی طرح موت اگرچہ غمناک معاملہ ہے مگر اس میں بھی حکمتیں ہیں۔

(۱) موت کے ذریعے جزا و سزا کا عمل ہوتا ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو نیکوں کی ریاضت اور ان کے مجاہدوں کا اجر کیسے ملتا؟ پھر ظالموں اور قاتلوں کو ان کے کئے کی سزا کیسے ملتی؟ موت نے سب کو آسان کردیا۔

(۲) اگر موت نہ ہوتی تو زمین میں آبادکاری مسئلہ بن جاتی۔ آج پانچ ارب آبادی پر دنیا نسل بندی کا شور مچاتی ہے، اگر تین سو ارب ہو جاتے تو کیا بنتا؟ حدیث پاک میں ہے:

"یوم میثاق تمام انسانوں کو آدم کی پشت سے نکالا گیا مگر ان کی جسامت چیونٹیوں کی مانند تھی۔ فرشتے ان کی تعداد پر حیران رہ گئے کہ یہ کہاں سمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ جگہ کم ہو جائے گی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ان پر موت مسلط کر دوں گا، اگلے جاتے رہیں گے اور پچھلے آتے رہیں گے، زمین کم نہ پڑے گی۔ ملائکہ نے عرض کیا، پھر تو ان کی زندگی تلخ ہو جائے گی اور ان کو ہر وقت موت کا خطرہ رہے گا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ میں ان پر امیدیں مسلط کر دوں گا۔"

(۳) اگر موت نہ ہوتی اور بڑے زندہ رہتے تو چھوٹوں کی صلاحیتوں کا اظہار نہ ہو سکتا۔ مشہور مقولہ ہے، كَبَّرَنِيْ مَوْتُ الْكُبَرَاءِ کہ مجھے بڑوں کی موت نے بڑا بنا دیا۔ اگر نبی اکرم ﷺ دنیا سے پردہ نہ فرماتے تو صدیق اکبرؓ کے جوہر کیسے کھلتے؟ فاروق اعظمؓ کی عدالت کے مناظر دنیا کیسے دیکھتی؟ مفسرین، محدثین اور فقہاء کا سلسلہ کیسے چلتا؟ حفاظت دین کیلئے علماء امت کی قربانیاں دینے کے مواقع نہ آتے۔

بہلول کے نزدیک سب سے زیادہ بیوقوف آدمی:

میرے دوستو! من مرضی کی زندگی گزارنے والے ہمارے جیسی ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید کے پاس ایک مرتبہ بہلول آئے۔ ہارون الرشید نے انہیں ایک خوبصورت چھڑی دے کر کہا، بہلول! یہ چھڑی کسی بے وقوف کو دے دینا۔ بہلول وہ چھڑی لے کر گھر آ گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہارون الرشید بیمار ہوئے۔ کافی علاج معالجہ کروایا مگر صحتیاب نہ ہو سکے۔ بہلول کو پتہ چلا تو وہ ان کی عیادت کے لئے بادشاہ کے پاس آئے۔ اس نے بادشاہ سے کہا، بادشاہ سلامت! اگر آپ نے ایک جگہ سے دوسری جگہ سفر کرنا ہو تو کیا آپ پہلے وہاں کا انتظام و انصرام چیک کرواتے ہیں؟ کہا ہاں، چیک کرواتا ہوں۔ پھر پوچھا، اگر وہاں کسی قسم کی چیز کی کمی ہو تو کیا آپ وہ کمی پوری کرتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا، ہاں وہ بھی پوری کرتا ہوں۔ پھر بہلول نے کہا، بادشاہ سلامت! آپ اس وقت بستر مرگ پر پڑے ہیں، دنیا سے جانے کے بعد پہلے آپ کو قبر میں جانا ہوگا، کیا آپ نے وہاں کا انتظام و انصرام چیک کروایا ہے؟ بادشاہ نے کہا، نہیں۔ پھر بہلول نے پوچھا کیا آپ نے قبر کے سامان میں سے ہر طرح کی کمی کو پورا کر دیا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ جب اس نے کہا کہ میں نے کچھ بھی انتظام و انصرام نہیں کروایا تو بہلول نے وہ چھڑی نکال کر ہارون الرشید کو دے دی اور کہا، بادشاہ سلامت! اس دنیا میں مجھے آپ سے زیادہ بے وقوف کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ لہٰذا آپ ہی اس چھڑی کے زیادہ حق دار ہیں۔

آخرت کی زندگی کی مثال:

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اے دوست! جتنا تم نے دنیا میں رہنا ہے اتنی تم دنیا کے لئے کوشش کرو اور جتنا آخرت میں رہنا ہے اتنی آخرت کے لئے محنت کر لو۔ امام غزالیؒ آخرت کی زندگی کی مثال بیان فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنی مٹھی میں رائی کے دانے لے تو ہزاروں کی تعداد میں وہ دانے اس کی مٹھی میں آ جائیں گے۔ ان کو اگر جھولی میں ڈالے تو لاکھوں کی تعداد میں جھولی میں بھر جائیں گے۔ اور اگر ساری دنیا میں رائی کے دانے اس طرح پھیلا دیے جائیں کہ یہ اونچا ہوتے ہوتے آسمان تک پہنچ جائیں۔ یعنی آسمان اور زمین کا سارے کا سارا درمیانی خلا، رائی کے دانوں سے بھر دیا جائے اور ایک پرندہ ہزار سال کے بعد اس میں سے ایک دانہ اٹھائے۔ پھر ہزار سال کے بعد دوسرا دانہ، پھر ہزار سال کے بعد تیسرا دانہ۔ تو ایک وقت آئے گا کہ وہ دانے تو ختم ہو جائیں گے مگر اے انسان! تیری آخرت کی زندگی کبھی بھی ختم نہ ہوگی۔ پس ہمیں چاہئے کہ زندگی کی مہلت کو غنیمت سمجھتے ہوئے خوب ڈٹ کر آخرت کی تیاری کریں۔ جس انسان کے دل میں آخرت کی یاد ہوتی ہے تو اسے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی عبرت سکھاتی ہیں۔

فکر آخرت:

عقلمند ہے وہ انسان جو ہر وقت آخرت کی تیاری کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

یا من	بِدُنْیَاہُ		اِشْتَغَل
قَدْ غَرَّہُ	وَ	طُوْلُ	الْأَمَل
أَوَلَمْ	یَزَلْ	فِیْ	غَفْلَة
حَتّٰی	دَنٰی	مِنْہُ	الْأَجَل

وَالْمَوْتُ يَأْتِيْ بَغْتَةً
وَالْقَبْرُ صُنْدُوْقُ الْعَمَلِ
اِصْبِرْ عَلٰى اَهْوَالِهَا
لَا مَوْتَ اِلَّا بِالْاَجَلِ
لَا مَوْتَ اِلَّا بِالْاَجَلِ

{اے وہ شخص جو دنیا میں مشغول اس کا دھوکہ اور امیدیں لمبی ہیں۔ کیا یہ ہمیشہ غفلت میں رہے گا۔ حتی کہ اسی حالت میں اس کی موت آجائے گی؟ اور موت تو اچانک آجائے گی اور قبر عمل کا صندوق ہے اس ہولنا کیوں پر صبر کر موت صرف اپنے وقت مقررہ پر ہی ہے}

ایک بچے کو آخرت کی فکر:

بہلول دانا ایک بزرگ تھے۔ وہ کہیں جا رہے تھے۔ انہوں نے راستے میں کچھ لڑکوں کو دیکھا۔ وہ کھیل رہے تھے۔ ان سے آگے تھوڑے سے فاصلے پر ایک لڑکا خاموش بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی اور اداسی نظر آتی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں قیافہ لگایا کہ یہ دوسرے بچے اسے اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے۔ اس لئے یہ معصوم بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ چلو میں اس کی دلداری کر دیتا ہوں، وہ خوش ہو جائے گا۔ میں اس بچے کے قریب گیا اور کہا، کیا تجھے دوسرے بچے اپنے ساتھ کھیلنے نہیں دیتے۔ اس نے میری طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا اور کہنے لگا، بہلول! آقا کا فرمان ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے۔ اس لئے ہمیں کھیل کود کیلئے تو نہیں پیدا کیا گیا۔ میں حیران ہوا کہ اتنے کم عمر بچے نے اتنی مضبوط اور پکی بات

کی۔ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ بچہ بڑا دانا نظر آتا ہے۔ میں نے کہا کہ میرے بیٹے! مجھے کچھ نصیحت کر دیجئے۔ اس نے کچھ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے جن کا مطلب تھا، اے مسافر! تیرا سفر لمبا ہے، اپنے سفر کی تیاری کر لے۔ میں نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا۔ جب طبیعت ذرا بحال ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا، اے لڑکے! تیری عمر تو بہت تھوڑی ہے۔ ابھی سے تو دوزخ سے اتنا کیوں ڈر رہا ہے؟ اللہ کی ذات کی ہیبت سے کیوں اتنا زیادہ کانپ رہا ہے؟ وہ کہنے لگا، بہلول! میں گھر میں دیکھتا ہوں کہ میری والدہ جب آگ جلاتی ہے تو چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو اکٹھا کر کے پہلے آگ سلگاتی ہے پھر بڑی لکڑیوں کو ڈالتی ہے تو آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ بہلول! جب میں یہ منظر دیکھتا ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں۔ دل میں خیال آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے جہنم کو بھڑکانے کا وعدہ کیا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ روز محشر وہ چھوٹی عمر کے بچوں کو اکٹھا کر کے جہنم کی آگ میں پہلے ڈالے کہ آگ سلگ اٹھے اور پھر بڑے لوگوں کی باری بعد میں آئے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جہنم سے پناہ عطا فرما دے۔ بہلولؒ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں تو بے ہوش ہو گیا مگر وہ لڑکا کہیں چلا گیا۔

حضرت حبیب عجمیؒ کی موت کے وقت گھبراہٹ:

حضرت حبیب عجمیؒ حضرت حسن بصریؒ کے مرید تھے۔ جب انتقال کا وقت قریب آیا تو بہت گھبرانے لگے۔ کسی نے عرض کیا، حضرت! آپ تو اللہ کے ولی ہیں، آپ بھی اتنا گھبراتے ہیں۔ اس سے پہلے تو آپ اتنے پریشان نہیں ہوتے تھے۔ فرمانے لگے، سفر بہت لمبا ہے، توشہ پاس نہیں ہے۔ کبھی پہلے اس راستے پر سفر کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، آقا اور سردار کی زیارت کرنی ہے، اس سے پہلے کبھی

زیارت نہیں کی۔ ایسے خوفناک مناظر دیکھنے ہیں جو پہلے کبھی نہیں دیکھے، مٹی کے نیچے قیامت تک اکیلے پڑے رہنا ہے، وہاں کوئی غمخوار پاس نہیں ہوگا۔ پھر اللہ رب العزت کے حضور پیشی ہوگی۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اگر اللہ رب العزت نے پوچھ لیا کہ حبیب! ساٹھ سالوں میں ایک تسبیح تو ایسی پیش کر دے جس میں شیطان کا کوئی دخل نہ ہو تو میں کیا جواب دوں گا ..... میرے دوستو! حقیقت یہ ہے کہ حبیب عجمیؒ نے ساٹھ سال کی اس زندگی میں دنیا سے ذرا سا بھی دل نہ لگایا تھا۔ جب اتنے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گزارنے والے یوں ڈر رہے ہوتے ہیں تو ہم جیسوں کا کیا حال ہوگا جو کسی وقت بھی دنیا سے تو دور کی بات گناہوں سے بھی خالی نہیں ہوتے، ہر وقت شیطان کی خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو چار کاموں کی فکر:

تنبیہ الغافلین میں لکھا ہے، حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے کسی نے عرض کیا، حضرت! اگر ارشاد فرمائیں تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جایا کروں تاکہ آپ کچھ وعظ و نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، مجھے ابھی چار قسم کے کاموں سے فرصت نہیں ہے۔ البتہ ان کے بعد یہ کام کر سکتا ہوں۔ اس نے پوچھا، حضرت! وہ چار کام کونسے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ پہلا تو یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے ازل ہی سے فرمایا تھا کہ لوگوں کا ایک گروہ جنتی ہے اور دوسرا گروہ دوزخی ہے۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ میں کس گروہ میں شامل تھا۔ دوسرا یہ کہ جب عورت کے پیٹ میں حمل ٹھہرتا ہے تو فرشتہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے کہ میں اس بچے کو سعید (خوش بخت) لکھوں یا بدبخت۔ مجھے ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے نا معلوم مجھے کیا لکھا گیا ہو۔ تیسرا یہ کہ جب فرشتہ آدمی کی روح قبض کرتا ہے تو یہ پوچھتا ہے کہ اس روح کو

مسلمانوں کی روح کے ساتھ رکھوں یا کافروں کی روحوں کے ساتھ۔ مجھے ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے۔ کہ نہ معلوم میرے بارے میں اس فرشتے کو کیا جواب ملے گا۔ اور چوتھا کام یہ کہ قیامت کے دن اللہ رب العزت فرمائیں گے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ اے مجرمو! آج میرے نیک بندوں سے الگ ہو جاؤ۔ مجھے ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ نہ معلوم میرا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔ میں جب تک ان چار کاموں میں مصروف ہوں اس وقت تک کسی اور سے بات کرنے کی مجھے فرصت ہی نہیں۔ دیکھا، وہ حضرات زندگی کی اس طرح قدر کرتے تھے۔

روزانہ تین مرتبہ قرآن مجید مکمل کرنے والے بزرگ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ فضائل صدقات میں لکھتے ہیں کہ ایک بزرگ روزانہ تین مرتبہ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ باقی عبادت اس کے علاوہ ہوتی تھی۔ کسی نے عرض کیا، حضرت! آپ نے اپنے نفس کو اتنی محنت اور مشقت میں کیوں ڈال رکھا ہے؟ فرمایا، ساری دنیا کی عمر کتنی ہے؟ اس نے عرض کیا، سات ہزار سال۔ پھر پوچھا، قیامت کا ایک دن کتنا لمبا ہے؟ عرض کیا، پچاس ہزار سال۔ حضرت نے فرمایا، تو پھر انسان کو چاہئے کہ دن کے ساتویں حصے میں محنت کر لے تاکہ پورا دن راحت اور آرام سے گزرے۔

اللہ تعالیٰ کا عاشق نوجوان:

کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا۔ وہ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ اتنی عبادت کرتا تھا کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی بھی اس کی کثرت عبادت کی وجہ سے حیران ہو جاتے تھے۔ اس

نوجوان [illegible]

غور [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قصہ [illegible] سنایا۔

ایک [illegible]

[illegible] شیطان [illegible]

[illegible] جاتا [illegible]

پاک کی یہ آیت [illegible] اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ [illegible] تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ [illegible] جو لوگ متقی ہیں جب ان کو شیطان [illegible] کوئی [illegible] ہیں۔ اسی وقت اس نوجوان [illegible] بے ہوش ہو گیا۔

پھر اس کے بعد [illegible] اور وہ نوجوان نہ پہنچا تو اس کا والد اسے تلاش [illegible] ہیں کہ وہ راستہ میں بے ہوش پڑا ہے [illegible] پوچھا کہ بیٹا تجھے [illegible] بتاتے ہوئے وہ آیت [illegible] اور ایک چیخ نکلی [illegible] بعد وہ فوت ہو گیا [illegible] غسل اور کفن [illegible]

تک حضرت عمر کو یہ پورا واقعہ معلوم ہوا تو آپ اس کے باپ کے پاس آئے اور تعزیت [illegible] خبر کیوں نہ دی۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ دن کے وقت امور خلافت میں مصروف رہتے ہیں اس لئے [illegible] مناسب نہیں سمجھا۔ آپ نے فرمایا چلو اس کی قبر پر چلیں۔ جب آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس کی قبر پر پہنچے تو فرمایا ولمن خاف مقام ربه جنتان یعنی جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔ اے نوجوان [illegible] قبر [illegible] میرے پروردگار نے مجھے یہ دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ [illegible] حضرات [illegible] تقویٰ اور پرہیزگاری [illegible]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو فکر آخرت:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا معمول تھا کہ روزانہ رات کو علماء کو جمع کر لیا کرتے جو موت اور آخرت کا ذکر کرتے اور آپ اتنا روتے تھے جیسا کہ جنازہ سامنے رکھا ہوا ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک قبر سے مکالمہ:

ایک مرتبہ آپ اپنے کسی عزیز کے جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے۔ قبرستان میں پہنچ کر آپ الگ تھلگ ایک جگہ پر جا کر بیٹھ گئے۔ اور کچھ سوچنے لگے۔ کسی نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ تو اس جنازے کے ولی تھے اور آپ ہی تنہا بیٹھ گئے۔ فرمایا ہاں مجھے ایک قبر نے آواز دے کر کہا اے عمر بن عبدالعزیز! تو مجھ سے یہ کیوں نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ

کیا سلوک کرتی ہوں؟ میں نے کہا ضرور بتا۔ اس نے کہا۔ جب یہ میرے اندر آتے ہیں تو میں ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں، میں ان کے بدن کے ٹکڑے کر دیتی ہوں، سارا خون چوس لیتی ہوں، گوشت کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں۔ کندھوں کو بازوؤں سے جدا کر دیتی ہوں، بازوؤں کو کلائیوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں۔ اور سرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں اور رانوں کو گھٹنوں سے اور گھٹنوں کو پنڈلیوں سے اور پنڈلیوں کو پاؤں سے جدا کر دیتی ہوں۔ یہ فرما کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رونے لگے اور فرمایا، دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکا بہت زیادہ ہے۔ اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے۔ اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا۔

ایک عاشق ومعشوق کا مکالمہ۔

ایک عاشق کا محبوب ومعشوق اس دار فانی سے عالم بقا کو رخصت ہوا۔ اسے اپنے محبوب کی یاد ہر وقت ستاتی تھی۔ ایک دن وہ اس کی قبر پر گیا اور اس سے باتیں کیں۔ اس نے وہ ساری باتیں منظوم شکل میں یوں پیش کیں۔

شب کو جا نکلا تھا میں اک دن مزارِ یار پر
اس وجہ سے شکل اور آنکھیں مری خوں بار ہیں
قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا
ہم گریباں چاک ماتم میں ترے اے یار ہیں

موت کی تیاری

شاد ہے کچھ تو بھی زیرِ خاک اے نازک بدن
شمع روشن ہے گلوں کے قبر پر انبار ہیں
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہیِ ملکِ عدم
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں
منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے
راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر یا بازار ہیں
جس محل میں جا کے تو اترا ہے اے رنگیں ادا
کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں
چھت منقش کار ہے یا سادی یا رنگین ہے
تخت ہیں کیسے مطلا۔ یا مرصع کار ہیں
پھول ہیں کس رنگ کے پتے ہیں کس انداز کے
مرغ زریں بال ہیں یا عنبریں منقار ہیں
بات کرنے کی صدا آتی ہے یا آتی نہیں
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں
قبر سے آئی صدا اے دوست! بس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں
وہ ہمارا پیکرِ نازک جو تجھ کو یاد ہو
آج خاکِ قبر میں اس پر منوں کے بار ہیں
اب زیادہ بات کر سکتے نہیں تو گھر کو جا
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں لاچار ہیں

اللہ اکبر۔

موت سے ڈر لگنے کا علاج:

ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی! مجھے موت سے محبت نہیں، کیا علاج کروں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ انہوں نے عرض کیا، جی ہاں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنے اس مال کو آگے بھیج دو کیونکہ آدمی کا دل مال سے لگا رہتا ہے۔ جب اس کو آگے بھیج دیتا ہے تو پھر خود بھی اس کے پاس جانے کی خواہش کرتا ہے اور جب پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو وہ خود بھی پیچھے یعنی دنیا میں ہی رہنے کی خواہش کرتا ہے۔

جوانی کا نشہ:

میرے دوستو! عجیب بات ہے کہ ہم عمر کا آدھا حصہ گزار بیٹھتے ہیں تب ہمیں ایمان کی قدر آتی ہے۔ اور عموماً پہلی آدھی زندگی تو جوانی مستانی اور دیوانی بنی ہوتی ہے۔ جوانی کا نشہ تو کلوروفارم کی طرح ہوتا ہے۔ جیسے کسی کو کلوروفارم سنگھا دیا جائے تو بے سدھ ہو کر پڑا ہوتا ہے اسی طرح جوانی بھی انسان کو بے سدھ بنا دیتی ہے۔ جوانی میں انسان کو نہ سورج کے چڑھنے کا پتہ اور نہ غروب ہونے کی پرواہ ہوتی ہے۔ یہ غافل نوجوان دوسروں کو انسان ہی نہیں سمجھتا کیونکہ اس کے اندر طاقت ہوتی ہے۔ بات بات پر جھگڑتا پھرتا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ بڑے متکبرانہ بول بولتا ہے کہ میں یہ کر دوں گا وہ کر دوں گا اور وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ یہ جوانی تو ادھار کا مال ہے۔ جو ادھار کے مال

پر فریفتہ ہوتا پھرے [illegible] ہیں۔ ہمیں اس جوانی پر فریفتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ [illegible] جس میں ہر ایک کیلئے طوفان آتا ہے، پھر آ کر اتر جاتا ہے۔ بلکہ مومن کو چاہئے کہ جس طرح اس مال کی زکوۃ دیتا ہے جس کا نصاب پورا ہو چکا، اسی طرح اپنے جسم کی بھی زکوۃ دے دوسروں کی خدمت کرکے۔

جوانی گئی بڑھاپا آیا:

میرے دوستو! جوانی ادھار کا مال ہے اس پر کیا مان کرنا۔ یہ ہڈیاں ایک دن ٹوٹ جائیں گی، جوش ختم ہو جائے گا، بدن پر بڑھاپا آ جائے گا۔ جب زندگی کے یہ سارے مراحل طے ہو جاتے ہیں تو پھر انسان کو وقت کی قدر آتی ہے اور اپنی زندگی کا رخ موڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہم خود ہی راست ہو گئے جب پیر ہو گئے
قد جب کمان ہو گیا ہم تیر ہو گئے

اسی مضمون کو کسی اور نے یوں بیان کیا

خم جب سے قد راست میں آیا سنبھل گئے
سیدھے ہوئے ہم ایسے کہ سب بل نکل گئے

بڑھاپے میں بھی گناہ......!!!

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خود تو بوڑھے ہوتے چلے جاتے ہیں مگر ان کی خواہشات جوان ہو رہی ہوتی ہیں۔ اپنی پیرانہ سالی میں اپنی عزت و آبرو کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ ان کے سفید بال انہیں غیرت دلا رہے ہوتے ہیں مگر وہ بے

دھڑک ہو کر گناہوں میں مست رہتے ہیں۔ حسرت ہے اس بوڑھے پر جو جوانی گنوا بیٹھا لیکن پھر بھی نیکی کی طرف راغب نہ ہوا۔ اس لئے کہ اے دوست!

پیری عیاں ہوئی نہ ہو مائل گناہ پر
موئے سفید ہنستے ہیں روئے سیاہ پر

جوانی کی تلاش:

موت کی تیاری کرنا ہمارا مقصد زندگی ہے۔ تھوڑے دن کی بات ہے۔ آج بچپن ہے، لڑکپن ہے، جوانی ہے اور پھر بڑھاپا ہے۔ ہر ایک کی ترتیب اسی طرح ہے۔ ایک بوڑھا جا رہا تھا۔ اس کی کمر ٹیڑھی تھی، ہاتھ میں لاٹھی تھی، عینک لگی ہوئی تھی، نیچے دیکھ رہا تھا۔ ایک نوجوان قریب سے گزرا۔ اس نے مذاق کے لہجے میں کہا، بڑے میاں کیا ڈھونڈ رہے ہو؟ اس نے اس نوجوان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا، بیٹا! میں جوانی ڈھونڈ رہا ہوں تم بھی میری طرح جوانی ڈھونڈا کرو گے۔

قیامت کا خوف:

کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے کہا کہ ہم آپ پر تب ایمان لائیں گے جب آپ ہمیں کوئی نشانی دکھائیں۔ آپ نے فرمایا، کیا؟ کہنے لگے کوئی مردہ زندہ کر کے دکھائیں۔ آپ ان کو ایک قبر پر لے گئے۔ اور قبر پر لے جا کر آپ نے مردے سے کہا، قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ تو اللہ کے اذن سے کھڑا ہو جا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مردے کو تھوڑی دیر کے لئے زندہ کر دیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان قبر میں سے اٹھا اس کے بال سفید تھے مگر اس کا چہرہ جوانوں جیسا لگ رہا تھا۔ پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ میں نوح علیہ السلام کا ایک بیٹا ہوں۔ ایک

بیٹے کا تو کفار کے ساتھ حشر ہوا اور وہ ڈوب گیا تھا۔ آپ نے فرمایا، اچھا تمہیں مرے ہوئے کتنا وقت گزر چکا۔ اس نے کہا، چار ہزار سال ہو گئے ہیں۔ پھر پوچھا، بتاؤ تمہارے ساتھ قبر میں کیا معاملہ ہوا؟ کہنے لگا کہ میں قبر میں تھا تو سخت سزا تھی۔ لیکن جب مجھے قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ کہا گیا تو میں یوں سمجھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے۔ تو قیامت کے خوف کی وجہ سے میرے تمام بال سفید ہو گئے ہیں۔ میں سمجھا کہ شائد مجھے قیامت کیلئے کھڑا کیا جا رہا ہے۔ وہ ایسا دن ہو گا کہ یَوْمَ یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا جس دن کی سختی بچوں کو بھی بوڑھا کر کے رکھ دے گی۔ اب بتایئے کہ اس وحشت کے دن میں ہمیں اپنے پروردگار کے حضور کھڑا ہونا ہے اور انسان کے نیک عملوں کا اسکے سر کے اوپر سایہ ہو گا۔

نعمتوں کی واپسی:

جب جوانی کا یہ طوفان اترتا ہے تو زندگی کا یہ دریا پھر اسی طرح آہستہ آہستہ بہنا شروع کر دیتا ہے۔ یعنی جوانی میں جو نعمتیں ملی ہوتی ہیں اللہ رب العزت ان کو آہستہ آہستہ کر کے واپس لینا شروع کر دیتے ہیں۔ جوانی میں اس کی نظر Six by six (بالکل ٹھیک) تھی مگر بڑھاپے میں نظر کم ہونا شروع ہو گئی۔ حتیٰ کہ پہلے ایک آنکھ نے دیکھنا بند کر دیا، پھر دوسری نے دیکھنا بند کر دیا۔ جوانی میں دانت ٹھیک ہوتے تھے۔ بڑھاپے میں چیخ کر ایک دانت ٹوٹا، پھر دوسرا ٹوٹا، پھر تیسرا ٹوٹا۔ اس طرح نعمتوں کی واپسی شروع ہو جاتی ہے۔

شیخ سعدیؒ کا جواب:

حضرت شیخ سعدیؒ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک دوست ملا

کہنے لگا، حضرت! آپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے عجیب بات ارشاد فرمائی، فرمایا، اس کی نعمتیں کھا کھا کر دانت ٹوٹ گئے ہیں لیکن زبان اس کی ناشکری کرنے سے باز نہیں آتی۔ اللہ اکبر

نعمتوں کی قدردانی پر اجر:

ہمیں یہ نعمتیں کچھ وقت استعمال کرنے کیلئے عطا ہوئی ہیں۔ اگر ہم ان نعمتوں کا صحیح استعمال کریں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان نعمتوں میں بہت ہی زیادہ اضافہ فرمادیں گے۔ دنیا میں اگر ہم نگاہوں کی حفاظت کریں گے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی نگاہیں دیں گے جو پروردگار عالم کا مشاہدہ کریں گی، جو انبیائے کرام کے چہروں کی زیارت کیا کریں گی جو اولیائے کرام کے چہروں پر پڑتی رہیں گی۔ اگر دنیا کے اندر ہم اپنی پیشانی اللہ رب العزت کے حضور جھکائیں گے، سربسجود ہونگے تو اللہ رب العزت قیامت کے دن یہ اعزاز عطا فرمائیں گے کہ ہمارے سروں پر نور کا تاج پہنادیں گے اور فرمائیں گے کہ یہ میرا وہ بندہ ہے جو اپنے سر کو میرے سامنے جھکا دیا کرتا تھا۔ اگر ہم نے جوانی کے اندر اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کی تو جب ہم پروردگار کے حضور جائیں گے اس وقت دھوپ کا وقت ہوگا، سورج چمک رہا ہوگا، لوگ اپنے پسینے کے اندر ڈوبے ہوئے ہونگے، پریشان ہونگے تو اللہ رب العزت فرمائیں گے، اے میرے بندے! جس نے جوانی میں نیکی کی اور جوانی میں اپنے دامن کو پاک رکھا میں اس پر اپنی رحمت کی ایسی چادر پھیلاؤں گا اور اس کے سر پر عرش کا ایسا سایہ کروں گا کہ اسے پتہ بھی نہ چلے گا کہ گرمی تھی یا نہیں۔ اگر ہم نے نیکوکاری کی زندگی اختیار کی تو قیامت کا دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، وہ دوسرے لوگوں کے لئے تو لمبا ہوگا مگر ہمیں

مشک کے بنے ہوئے ٹیلوں پر بھیج دیا جائے گا، ہم بھی ان خوشبو کے ٹیلوں پر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ ہمیں اتنی دیر محسوس ہوگی جتنی دیر میں بکری کا دودھ نکالا جاتا ہے۔ میرے دوستو! اگر ہم نے ان نعمتوں کو صحیح استعمال کیا حتی کہ اللہ رب العزت کو راضی کر لیا اور اسی حال میں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، اے میرے بندے! تمہارے جسم کے بال ایمان کی حالت میں سفید ہوئے اس لئے تمہارا حساب لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ اس طرح بندے کو اللہ رب العزت بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل فرمادیں گے سبحان اللہ

حضرت علی ؓ کا اظہار افسوس:

حضرت علی ؓ کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی ؓ صبح کی نماز پڑھا کر دائیں جانب منہ کر کے بیٹھے۔ آپ پر رنج اور پریشانی غالب تھی۔ سورج طلوع ہونے تک آپ بیٹھے رہے۔ اس کے بعد ہاتھ افسوس کے ساتھ پلٹ کر فرمایا، خدا کی قسم! میں نے حضور ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا، آج کوئی بات بھی ان کی مشابہت کی نہیں دیکھتا۔ وہ حضرات اس حالت میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے ہوتے، چہرے غبار آلود اور زرد ہوتے تھے، وہ ساری رات اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں پڑے رہتے تھے۔ یا اس کے سامنے کھڑے قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ کھڑے کھڑے کبھی ایک پاؤں پر سہارا دے لیتے تھے کبھی دوسرے پاؤں پر۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے تو ایسے مزے میں جھومتے تھے کہ جیسے ہوا میں درخت حرکت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور شوق سے ان کی آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے تھے۔

اب لوگ بالکل ہی غفلت میں رات گزار دیتے ہیں۔ غور کیجئے جب حضرت علیؓ اس دور کے لوگوں پر اظہار افسوس کر رہے ہیں جس دور میں صحابہ کرام بھی موجود تھے تو موجودہ دور کی غفلت کیا درجہ رکھتی ہوگی۔

غفلت کا نتیجہ:

اگر ہم نے ان نعمتوں کو صحیح استعمال نہ کیا تو پھر ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے! اگر تم دنیا میں مجھے بھول گئے، خواہشات نے تمہارے اوپر غلبہ پائے رکھا، شیطان نے تمہیں فریب دیا، تم نے آنکھوں پر خواہشات کی پٹی باندھ لی، غفلت میں پڑے رہے، میرے حکموں کو توڑے رکھا، میرے در سے منہ موڑے رکھا اور اپنی نظروں کی حفاظت نہ کی تو یاد رکھو کہ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قیامت کے دن اندھا کھڑا کروں گا۔ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰى پوچھے گا، اے پروردگار! مجھے اندھا کیوں کھڑا کیا وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا میں تو دنیا میں آنکھوں والا تھا قَالَ كَذٰلِكَ کہا جائے گا، ایسا ہی ہے۔ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا تمہارے پاس ہماری نشانیاں آئیں تم نے ان کو بھلا دیا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اے بندے! آج تجھے بھلا دیا جائے گا۔ تو نے دنیا میں میری پرواہ نہیں کی آج میں بھی تیری پرواہ نہیں کروں گا۔ چنانچہ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا کہ میرے اس بندے کو دھکے دے دے کر جہنم میں الٹا پھینک دیا جائے۔ قرآن کریم گواہی دے رہا ہے يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ فرشتے آئیں گے اور جس طرح کسی کو ذلیل کر کے دھکے دے دے کر لے جاتے ہیں اس طرح اس بندے کو دھکا دے کر جہنم میں پھینک دیں گے۔

میرے دوستو! یہ جوانی ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آتی، یہ تو آزمائش بن کر آتی

ہے۔ نیک لوگ اس میں اپنے پروردگار کو راضی کر لیتے ہیں اور غفلت میں پڑنے والے اپنے نامہ اعمال میں سیاہیاں بھر لیتے ہیں۔ وہ جانوروں سے بدتر بن جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ قرب قیامت میں ایسے لوگ ہوں گے جو پرندوں کی طرح کمزور دل ہوں گے مگر درندوں کی سی عقل کے مالک ہوں گے۔

سفید اور سیاہ چہرے:

روز محشر نیکوں کے چہرے سفید کر دیئے جائیں گے اور گنہگاروں کے چہرے سیاہ کر دیئے جائیں گے۔ آج اگر کسی عورت کے چہرے پر ذرا سی مٹی لگی ہوئی ہو اس کو دیکھئے کہ جب تک وہ چہرہ دھو نہ لے اس وقت تک اس کو چین نہیں آتا۔ اگر کوئی داغ پڑ جائے تو بیچاری آئینے کے سامنے کھڑی دیکھتی رہتی ہے۔ ایک سے بڑھ کر ایک کریم لگاتی ہے تاکہ کسی طرح یہ داغ دھبے مٹ جائیں۔ اے بہن! جس چہرے کو مخلوق نے دیکھنا ہے تجھے اس کی صفائی کی اتنی فکر ہے اور جبکہ تیرے دل کے چہرے کو قیامت کے دن دیکھیں گے اس کی تجھے پرواہ ہی نہیں ہے۔ گناہوں پر گناہ کرتی پھرتی ہے، بے پردہ باہر بھاگتی پھرتی ہے، تجھے احساس ہی نہیں کہ اس طرح تیرے دل پر کتنے داغ لگ رہے ہیں۔ جبکہ رب کریم کی طرف سے بار بار تجھے بتلایا جا رہا ہے کہ اے بندی! تم کہاں جا رہی ہو؟ ذرا سیدھے راستے پر آؤ۔ رب کریم فرماتے ہیں اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرو گے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ وہ تمہارا ظاہر باہر دشمن ہے۔ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ اور میری عبادت کرنا هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ یہی سیدھا راستہ ہے۔

[illegible] کا دھوکہ:

[illegible] آتی [illegible] طرح [illegible] تجھے [illegible] سمجھتے ہیں [illegible] موت [illegible] ملک الموت [illegible] قرآن [illegible] ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان:

بعض زندگی میں لمبی لمبی امیدیں باندھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ کبھی کاروبار کے خواب دیکھتے ہیں، کبھی اپنا مکان بڑھانے کی فکر میں ہوتے ہیں، کبھی اپنے عزیزوں کے سامنے بلند بانگ دعوے کر رہے ہوتے ہیں۔ مگر حضور ﷺ نے صحابہ کی ایک جماعت تیار کر دی تھی جو ہر دن کو زندگی کا آخری دن سمجھتی تھی۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے حضور جانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اذا اصبحت فلا تنتظر المساء واذا امسیت فلا تنتظر الصباح وعد نفسک من الاموات کہ جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور موت کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھ۔

روزانہ کے اعداد و شمار:

اخباری اعداد و شمار کے مطابق ہر دن رات میں چھ ہزار انسان پوری دنیا

[illegible] نئی [illegible]

امام غزالیؒ کا فرمان:

[illegible] مشغول [illegible] تجھے [illegible] خوش [illegible] تجھے [illegible]

قبر کی تنہائی:

میرے دوستو! ہم موت کو بھول جاتے ہیں موت ہمیں نہیں بھولتی۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ہر انسان کی قبر روزانہ ستر مرتبہ پکارتی ہے اور کہتی ہے اے انسان انا بیت الوحدۃ میں تنہائی کا گھر ہوں انا بیت الظلمۃ میں اندھیرے کا گھر ہوں انا بیت الحیات والعقارب میں سانپوں اور بچھوؤں کا گھر ہوں۔ ذرا میرے اندر تیاری کر کے آنا۔ یہاں تو گلستان کالونی میں کوٹھی والا۔ یہاں تو کسی اچھے گھر میں کوئی عالی، ذرا اس خاموش کالونی کو بھی یاد کر لے۔ وہاں پر نہ [illegible] کوئی تیرا ہمسایہ تجھ سے تکلم نہیں کرے گا، وہاں تو صرف تیری قبر ہوگی [illegible] ہوں گے۔ وہاں تجھے اپنا حساب خود دینا ہوگا۔ تجھے دنیا میں اپنے رشتہ داروں کا مان ہوتا ہے آل اولاد کا مان ہوتا ہے مگر یاد رکھ کہ

پروردگار عالم فرماتے ہیں يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ قیامت کے دن نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ وہاں تو ستھرا ہوا دل کام آئے گا۔

حضرت عثمان ﷛ پر گریہ کا عالم:

حضرت عثمان غنی ﷛ قبر دیکھتے تو اتنا روتے کہ آپ کی ریش مبارک تر ہو جاتی تھی۔ کسی نے کہا، حضرت! قبر کو دیکھ کر اتنا کیوں روتے ہیں؟ فرمایا، یہ آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے۔ جس کا معاملہ یہاں ٹھیک ہوا اس کے لیے آگے کی منزلیں آسان ہوں گی اور جس کا معاملہ یہاں ٹھیک نہ ہوا، اس کے لئے آگے کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہوں گی۔

عذاب قبر کی دو وجوہات:

ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ صحابہؓ کے ہمراہ دو قبروں کے قریب سے گزرنے لگے۔ اچانک آپ ﷺ کی سواری بدکنے لگی۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ کی سواری کیوں پریشان ہو رہی ہے؟ فرمایا، ان دونوں قبروں والے آدمیوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ پریشان ہو رہی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! ان کو کن گناہوں کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے؟ فرمایا، ایک کو غیبت کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو پیشاب کے چھینٹوں سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

ایک عبرت ناک واقعہ:

برقانی (شرح موطا امام مالک) میں ایک بڑا عجیب واقعہ لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں ایک ڈیرے پر ایک عورت فوت ہو گئی، دوسری اسے غسل دینے لگی۔ جو غسل دے رہی تھی۔ جب اس کا ہاتھ مری ہوئی عورت کی ران پر پہنچا تو اس کی زبان سے نکل گیا، میری بہنو! (جو دو چار ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں) یہ جو آج عورت مر گئی ہے اس کے تو فلاں آدمی کے ساتھ خراب تعلقات تھے۔ غسل دینے والی عورت نے جب یہ کہا تو قدرت کی طرف سے گرفت آ گئی۔ اس کا ہاتھ ران پر چمٹ گیا، جتنا کھینچتی ہے وہ جدا نہیں ہوتا۔ زور لگاتی ہے مگر ران ساتھ ہی آتی ہے۔ دیر لگ گئی۔ میت کے ورثاء کہنے لگے بی بی جلدی غسل دو۔ شام ہونے والی ہے ہم نے جنازہ پڑھ کر اسے دفنانا بھی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ میں تو تمہارے مردے کو چھوڑتی ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتا۔ رات پڑ گئی مگر ہاتھ یونہی چمٹا رہا۔ دن آ گیا پھر بھی ہاتھ چمٹا ہوا۔ اب مشکل بنی تو اس کے ورثاء علماء کے پاس گئے۔ ایک مولوی سے پوچھتے ہیں، ہاں مولوی صاحب! ایک عورت دوسری مردہ عورت کو غسل دے رہی تھی اس کا ہاتھ اس میت کی ران کے ساتھ چمٹ رہا، اب کیا کیا جائے۔ وہ فتویٰ دیتا ہے کہ چھری کے ساتھ اس کا ہاتھ کاٹ دو غسل دینے والی عورت کے وارث کہنے لگے کہ ہم تو اپنی عورت کو معذور نہیں کرنا چاہتے، ہم اس کا ہاتھ نہیں کٹنے دیں گے۔ انہوں نے کہا، فلاں مولوی کے پاس چلیں۔ اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ چھری لے کر مری ہوئی عورت کا گوشت کاٹ دیا جائے۔ مگر اس کے ورثاء نے کہا کہ ہم اپنا مردہ خراب نہیں کرنا چاہتے۔ تین دن اور تین راتیں اسی حالت میں مسلسل گزر گئے۔ گرمی بھی تھی دھوپ بھی تھی۔ بدبو پڑنے لگی۔ گردونواح کے کئی دیہاتوں تک خبر پہنچ گئی۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں یہ مسئلہ کوئی حل نہیں کر سکتا چلو مدینہ منورہ چلے جاتے ہیں۔ وہاں حضرت امام مالکؒ اس

وقت قاضی القضاۃ کی حیثیت میں تھے۔ وہ حضرت امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے، حضرت! ایک عورت مری پڑی تھی اور دوسری اسے غسل دے رہی تھی، اس کا ہاتھ اس کی ران کے ساتھ چمٹ گیا، چھوٹتا ہی نہیں۔ تین دن ہو گئے کیا فتویٰ ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا مجھے وہاں لے چلو۔ وہاں پہنچے اور چادر کی آڑ میں پردے کے اندر کھڑے ہو کر غسل دینے والی عورت سے پوچھا، بی بی! جب تیرا ہاتھ چمٹا تھا تو تو نے زبان سے کوئی بات تو نہیں کہی تھی۔ وہ کہنے لگی، میں نے اتنا کہا تھا کہ یہ جو عورت مری ہوئی ہے اس کے فلاں مرد کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے۔ امام مالکؒ نے پوچھا، بی بی! جو تو نے تہمت لگائی ہے کیا اس کے چار چشم دید گواہ تیرے پاس تھے۔ کہنے لگی نہیں۔ پھر فرمایا، کیا اس عورت نے خود تیرے سامنے اپنے بارے میں اقبال جرم کیا تھا؟ کہنے لگی نہیں۔ فرمایا، پھر تو نے کیوں تہمت لگائی؟ وہ کہنے لگی کہ میں نے اس لئے کہہ دیا تھا کہ وہ گھڑا اٹھا کر اس کے دروازے پر سے گزر رہی تھی۔

یہ سن کر امام مالکؒ نے وہیں کھڑے ہو کر پورے قرآن میں نظر دوڑائی۔ پھر فرمانے لگے قرآن پاک میں آتا ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً جو عورتوں پر ناجائز تہمتیں لگا دیتے ہیں ان کے پاس چار گواہ نہیں ہوتے ان کی سزا ہے کہ ان کو زور سے اسی کوڑے مارے جائیں۔ تو نے ایک مردہ عورت پر تہمت لگائی، تیرے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، میں وقت کا قاضی القضاۃ حکم کرتا ہوں، جلادو! اسے مارنا شروع کر دو۔

جلادوں نے اسے مارنا شروع کر دیا۔ وہ کوڑے مارتے جا رہے ہیں، ستر کوڑے مارے مگر ہاتھ یونہی چمٹا رہا، اکہتر کوڑے مارے مگر ہاتھ پھر بھی یونہی چمٹا رہا، اناسی کوڑے لگے تو ہاتھ پھر بھی نہ چھوٹا۔ جب اسی واں کوڑا لگا تو اس کا ہاتھ خود بخود چھوٹ کر جدا ہو گیا۔

دل کا جنازہ:

آج دل ہی کا تو جنازہ نکلا ہوا ہے۔ دل ہی تو داغدار ہو چکا ہے:

دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ہم نے دل پر گناہوں کے کتنے داغ لگا لئے ہیں۔ بھلا کہاں کہاں ہم مرہم رکھتے پھریں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دل کے گھر کو دھونے، چمکانے اور سجانے کی کوشش کریں۔

منہ دیکھ لیا آئینے میں، پر داغ نہ دیکھے سینے میں
دل ایسا لگایا جینے میں مرنے کو مسلماں بھول گئے
جس دور پہ نازاں تھی دنیا ہم اب وہ زمانہ بھول گئے
غیروں کی کہانی یاد رہی ہم اپنا فسانہ بھول گئے
تکبیر تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے

آج کہاں ہیں وہ نوجوان جو رات کے آخری پہر میں اٹھا کرتے تھے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی ضربیں لگایا کرتے تھے، ان کے سینوں میں دل کانپتے تھے۔ ان کے دل محبت الٰہی سے لبریز ہوتے تھے۔ ان کے دل اللہ رب العزت کی ہیبت سے کانپتے تھے۔ قرآن پڑھتے تھے، ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے تھے، وہ قرآن سنتے تھے ان کو لطف اور مزہ آتا تھا۔ وہ سجدے میں جاتے تھے اور سر اٹھانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ ایسے نوجوان آج نظر نہیں آتے۔ بلکہ رات کے آخری پہر میں آپ شہر میں سے گزر کر دیکھیں سارا شہر آپ کو شہر خموشاں نظر آئے گا۔ یوں لگتا ہے

جیسے انسانیت اپنے کندھوں پر ضمیر کا جنازہ اٹھا کر چلتی جا رہی ہے، سب گھوڑے بیچ کر سو رہے ہوتے ہیں۔

تہجد کے وقت فرشتہ کا اعلان:

حدیث پاک میں ہے کہ تہجد کے وقت رب کریم کی طرف سے ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے ھَلْ مِنْ سَائِلٍ فَقَدْ اَعْطٰی لَہٗ کوئی سوال کرنے والا ہے کہ میں اس کو عطا کروں؟ مگر ہم مانگنے والے میٹھی نیند سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو مخلوق کے سامنے شکوے کرتے پھرتے ہیں کہ خالق دیتا نہیں۔ ان کیلئے رات ایک بجے تک ٹی وی دیکھنا تو آسان ہوتا ہے مگر جب تین چار بجے تہجد کا وقت ہوتا ہے اس وقت چھوٹے بڑے سب سو جاتے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ رات کے آخری پہر میں جب لوگ آبادی سے گزرتے تھے تو گھروں سے قرآن پاک کی تلاوت کی اس طرح آوازیں آ رہی ہوتی تھیں جیسے مکھیوں کے بھنبھنانے کی آوازیں ہوتی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ آخرت کی تیاری کیلئے ابھی سے کوشش کرنا شروع کر دیں کیونکہ معلوم نہیں کہ زندگی کتنی باقی ہے، ہم تو موت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، بس اتنا پتہ ہے کہ بالآخر جانا ہے۔

امت محمدیہ ﷺ کی اوسط عمر:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میری امت کی اوسط عمریں بَیْنَ سِتِّیْنَ وَ سَبْعِیْنَ ساٹھ اور ستر سال کے درمیان ہوں گی۔ یعنی اوسط عمر ساٹھ کی یا ستر سال بنے گی۔ کوئی بچپن میں مرے گا، کوئی سو سال سے اوپر جا کر مرے گا لیکن اوسط اتنی ہی بنے گی۔ وہ تمام لوگ جو اس وقت چالیس سال سے اوپر کی زندگی گزار رہے ہیں وہ

سب اپنی زندگی کا ظہر عصر کا وقت گزار رہے ہیں۔ اے میرے دوستو! عصر کے بعد مغرب ہوتے ہوئے زیادہ دیر نہیں لگا کرتی۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے آج سے ہی کرنے کی نیت کر لیجئے۔ معلوم نہیں پھر فرصت ملے گی یا نہیں۔

قلب مومن کی عظمت:

حدیث پاک میں آتا ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ میں نہ زمینوں میں سماتا ہوں اور نہ آسمانوں میں سماتا ہوں وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِالْمُؤْمِنِ میں تو اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے بندۂ مومن کے دل کو اپنا عرش کہا ہے۔ فرمایا، دل تو میرے تخت کی مانند ہے میری اس پر تجلیات ہوتی ہیں، میری نگاہ ناز اس پر پڑتی ہے۔ اس دل کو ہمیں صاف کرنے کی فکر نہیں ہوتی بلکہ اس پر گناہوں کے دھبے پہ دھبے لگتے جاتے ہیں اور ہمیں پروا نہیں ہوتی۔ آج یہ دل بت خانے بنے ہوئے ہیں، صنم خانے بنے ہوئے ہیں، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ آج یہ دل گند خانے بنے ہوئے ہیں۔ شریعت کا مسئلہ ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو اس گھر میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا اور جس دل میں کسی غیر کی تصویر ہو بھلا اللہ رب العزت اس گھر میں آنا کیسے پسند فرمائیں گے۔ اس لئے دل کو مخلوق سے خالی کر لیجئے اور اور ایک اللہ کیلئے وقف کر دیجئے۔ اگر بندہ اس کیلئے ارادہ کر لے تو دل بنانا آسان ہے لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ شیطان اس طرف آنے نہیں دیتا۔ بہکاتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو تو معاف کرنا ہی ہے۔ یہی دھوکا لگا رہتا ہے حتیٰ کہ اس حال میں موت آ جاتی ہے۔

غافل آدمی کے شب و روز کی مثال:

امام غزالیؒ انسان کی غفلت کی ایک عجیب مثال دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں،

ایک بادشاہ تھا اس کا ایک باغ تھا۔ اس باغ کے کئی درجے تھے۔ اس نے ایک آدمی کو بلایا اور کہا کہ یہ ٹوکری لے کر جاؤ اور میرے باغ میں ایک طرف سے داخل ہو جاؤ اور اس میں سے پھل بھر کر میرے سامنے لے آؤ۔ مگر شرط یہ ہے کہ جس درجے سے گزر جاؤ گے اس میں دوبارہ تمہیں جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس نے کہا، بہت اچھا، یہ تو آسان کام ہے۔ چنانچہ باغ کے ایک درجے میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر کوئی اچھے پھل نہیں ہیں۔ اس نے سوچا کہ اگلے درجے سے توڑ لوں گا۔ جب اگلے درجے میں پہنچا تو دیکھا کہ پھل کافی بہتر ہیں مناسب ہے کہ یہیں سے توڑ لوں۔ مگر پھر سوچنے لگا کہ نہیں اگلے درجے میں جا کر دیکھتا ہوں۔ وہاں جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ پھل بہت ہی اچھے ہیں۔ دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ طبیعت نہال ہو گئی۔ کہنے لگا، میں یہاں سے پھل توڑ لیتا ہوں۔ پھر خیال آیا کہ اگلے درجے میں جا کر بہترین پھل توڑوں گا۔ جب اگلے درجے میں جا کر دیکھا تو پھل واقعی بہترین تھے۔ دل میں کہا کہ یہیں سے ٹوکری بھر لوں۔ پھر سوچنے لگا کہ جیسے جیسے آگے بڑھتا ہوں پھل بہتر ہوتے جاتے ہیں۔ آخری درجہ باقی ہے وہاں سے پھل توڑوں گا۔ جب آخری درجے میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر پھل ہی نہیں لگے ہوئے تھے۔ اب وہ شرمندگی سے رونے لگ گیا۔ کہنے لگا، افسوس میں بادشاہ کو جا کر کیا منہ دکھاؤں گا کہ میں خالی ٹوکری لے کر آ گیا ہوں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں، اے دوست! بادشاہ سے مراد تیرا پروردگار حقیقی ہے، اس بندے سے مراد تیری ذات ہے، ٹوکری سے مراد تیرا نامہ اعمال ہے، باغ سے مراد تیری زندگی ہے اور اس کا ہر ہر دن تیرے باغ کے ایک ایک درجے کی مانند ہے۔ رب کریم نے تیرے ذمے لگایا کہ

ہر دن میں نیکیوں کے پھل توڑتا رہ اور نامہ اعمال کی ٹوکری میں جمع کرتا رہ۔ مگر تم روزانہ اس انتظار میں رہتے ہو کہ کل پھل توڑوں گا، تیری کل کل گزرتی رہے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ جب تیری زندگی میں کل نہیں آئے گی پھر تمہیں آج ہی جانا پڑے گا۔ پھر خالی ٹوکری ہوگی۔ اس دن تو پریشان اور شرمندہ کھڑا ہوگا کہ کاش! میں نے کوئی نیکی کر لی ہوتی۔

دو انسانوں پر زمین کا تعجب:

کتابوں میں لکھا ہے کہ زمین دو انسانوں پر بڑا تعجب کرتی ہے۔ ایک وہ انسان جو نرم بستر بنا کر سویا ہوتا ہے۔ زمین اس آدمی پر تعجب کرتی ہے کہ واہ! فوم کے گدے پر سونے والے! تو بستر کو نرم بناتا ہے، یاد کر کہ ایک دن تو نے میرے اندر بھی آنا ہے، وہاں تیرا کیا حال ہوگا۔ اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی زمین کا ٹکڑا ہو اور اس پر لوگ جھگڑ رہے ہوں۔ ایک کہے کہ میری زمین اور دوسرا کہے کہ میری زمین تو زمین ان پر تعجب کرتی ہے کہ میری ملکیت میں جھگڑا کرنے والو! تم سے پہلے بھی بڑے بڑے آئے جو میرے وارث تھے سب چلے گئے، میرا مالک تو اللہ ہے۔

عزرائیل کا [illegible]

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک انسان اس انتظار میں تھا کہ میں نیک بن جاؤں گا وہ Serious (سنجیدہ) نہیں ہوتا تھا۔ آج کل..... آج کل کرتا رہتا تھا۔ بالآخر اس کو اچانک چلا جانا پڑا۔ قرآن پاک میں ہے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا إِلٰى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ تمہیں اتنی بھی استطاعت نہیں ہوگی کہ تم اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹ کر جا سکو۔ اور [illegible] کے باہر کھڑے ہوئے تمہیں اندر جانے کی

ایک بادشاہ تھا اس کا ایک باغ تھا۔ اس باغ کے کئی درجے تھے۔ اس نے ایک آدمی کو بلایا اور کہا کہ یہ ٹوکری لے کر جاؤ اور میرے باغ میں ایک طرف سے داخل ہو جاؤ اور اس میں سے پھل بھر کر میرے سامنے لے آؤ۔ مگر شرط یہ ہے کہ جس درجے سے گزر جاؤ گے اس میں دوبارہ تمہیں جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس نے کہا، بہت اچھا، یہ تو آسان کام ہے۔ چنانچہ باغ کے ایک درجے سے وہ داخل ہوا، کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر کوئی اچھے پھل نہیں ہیں۔ اس نے سوچا کہ اگلے درجے سے توڑلوں گا۔ جب اگلے درجے میں پہنچا تو دیکھا کہ پھل کافی بہتر ہیں مناسب ہے کہ یہیں سے توڑلوں۔ مگر پھر سوچنے لگا کہ نہیں اگلے درجے میں جا کر دیکھتا ہوں۔ وہاں جا کر دیکھا تو پتہ چلا کہ پھل بہت ہی اچھے ہیں۔ دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ طبیعت نہال ہو گئی۔ کہنے لگا، میں یہاں سے پھل توڑ لیتا ہوں۔ پھر خیال آیا کہ اگلے درجے میں جا کر بہترین پھل توڑوں گا۔ جب اگلے درجے میں جا کر دیکھا تو پھل واقعی بہترین تھے۔ دل میں کہا کہ یہیں سے ٹوکری بھرلوں۔ پھر سوچنے لگا کہ جیسے جیسے آگے بڑھتا ہوں پھل بہتر ہوتے جاتے ہیں۔ آخری درجہ باقی ہے وہاں سے پھل توڑوں گا۔ جب آخری درجے میں قدم رکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کے درختوں پر پھل ہی نہیں لگے ہوئے تھے۔ اب وہ شرمندگی سے رونے لگ گیا۔ کہنے لگا، افسوس میں بادشاہ کو جا کر کیا منہ دکھاؤں گا کہ میں خالی ٹوکری لے کر آگیا ہوں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں، اے دوست! بادشاہ سے مراد تیرا پروردگار حقیقی ہے اس بندے سے مراد تیری ذات ہے ٹوکری سے مراد تیرا نامہ اعمال ہے، باغ سے مراد تیری زندگی ہے اور اس کا ہر ہر دن تیرے باغ کے ایک ایک درجے کی مانند ہے۔ رب کریم نے تیرے ذمے لگایا کہ

ہر دن میں نیکیوں کے پھل توڑتا۔ اور نامہ اعمال کی ٹوکری میں جمع کرتا رہ۔ مگر تم روزانہ اس انتظار میں رہتے ہو کہ کل پھل توڑلوں گا، تیری کل کل گزرتی رہے گی۔ ایک وقت آئے گا کہ جب تیری زندگی میں کل نہیں آئے گی پھر تمہیں آج ہی جانا پڑے گا۔ پھر خالی ٹوکری ہوگی۔ اس دن تو پریشان اور شرمندہ کھڑا ہوگا کہ کاش! میں نے کوئی نیکی کرلی ہوتی۔۔۔

دو انسانوں پر زمین کا تعجب:

کتابوں میں لکھا ہے کہ زمین دو انسانوں پر بڑا تعجب کرتی ہے۔ ایک وہ انسان جو نرم بستر بچھا کر سورہا ہوتا ہے۔ زمین اس آدمی پر تعجب کرتی ہے کہ واہ! فوم کے گدے پر سونے والے! تو بستر کو نرم بناتا ہے، یاد کر کہ ایک دن تو نے میرے اندر بھی آنا ہے، وہاں تیرا کیا حال ہوگا۔ اور دوسرا یہ کہ اگر کوئی زمین کا ٹکڑا ہو اور اس پر لوگ جھگڑ رہے ہوں۔ ایک کہے کہ میری زمین اور دوسرا کہے کہ میری زمین تو زمین ان پر تعجب کرتی ہے کہ میری ملکیت میں جھگڑا کرنے والو! تم سے پہلے بھی بڑے بڑے آئے جو میرے وارث بنے سب چلے گئے، میرا مالک تو اللہ ہے۔

عذابوں کا تسلسل:

کتنی بار دیکھا کہ ... جو انسان اس انتظار میں تھا کہ میں نیک بن جاؤں گا وہ serious (سنجیدہ) نہیں ہوتا تھا۔ آج کل...... آج کل کرتا رہتا تھا۔ بالآخر اس کو اچانک چلا جانا پڑا۔ قرآن پاک میں ہے فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ إِلٰٓى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ تمہیں وصیت کی بھی استطاعت نہیں ہوگی کہ تم اپنے اہل خانہ کے پاس لوٹ کر جا سکو۔ ارے گھر کے باہر کھڑے ہوئے تمہیں اندر جانے کی

اجازت نہیں ہوگی، ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے کی فرصت نہیں ہوگی، اگر لیٹے ہوئے تو تمہیں چارپائی سے اٹھنے کی سکت نہیں ہوگی۔ جب تمہارا وقت آئے گا تو تمہیں اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

جب یوں کھڑے پیر اس دنیا سے بے سروسامانی کے عالم میں جانا پڑ گیا تو یوں سمجھو کہ تم نے بغیر کشتی کے سمندر میں چھلانگ لگادی۔ یہ عذابوں کا سمندر تم کیسے جھیلو گے۔ تمہاری تو آگے حالت خراب ہوگی۔ وہ گت بنے گی کہ دنیا نے دیکھی نہیں ہوگی۔ اس لئے بہتر ہے کہ تیاری کرلو اس سے پہلے کہ دنیا سے جانے کا بلاوا اور پیغام آجائے۔

موت کی تیاری کا مطلب:

اب ہم سوچیں کہ کیا ہم نے موت کیلئے تیاری کرلی ہے؟ کیا ہم نے اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کو بسالیا ہے؟ کیا دل میں اللہ تعالیٰ کا عشق اتر گیا ہے؟ یہ زبان کا اللہ اللہ کہنا تو کام نہیں آئے گا۔ قیامت کے دن تو دل کو کھولیں گے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت دیکھی جائے گی وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ اور جو سینوں میں ہوگا اس کو کھول دیا جائے گا۔ زبانی جمع خرچ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اللہ کو دل میں بسالو:

ایک بزرگ صاحب نے طوطا پالا ہوا تھا اور اس طوطے کو اللہ اللہ کہنا سکھایا ہوا تھا۔ وہ طوطا اللہ اللہ کرتا تو ان کو بڑی خوشی ہوتی۔ ایک دن پنجرہ کھلا رہ گیا۔ ایک بلی ادھر آنکلی اس نے طوطے کو دبوچا اور لے کر بھاگی تو طوطا ''ٹیں ٹیں'' کرنے لگ

گیا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ میں نے تو اسے اللہ اللہ سکھایا تھا اب یہ ''ٹیں ٹیں'' کر رہا ہے۔ اتنے میں ایک بزرگ انہیں ملنے آئے۔ انہوں نے سارا واقعہ ان کو کہہ سنایا۔ وہ فرمانے لگے، چونکہ آپ نے طوطے کو اللہ اللہ کہنا سکھایا تھا اس لیے طوطے کی زبان پر تو اللہ اللہ تھا مگر اس کے دل میں ٹیں ٹیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کو موت آنے لگی اور بلی نے اسے پکڑا تو وہی کچھ اس کی زبان سے نکلا جو اس کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ آج ہمارے دل میں کیا بھرا ہوا ہے؟

بر زبان تسبیح در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

لہٰذا آج اگر دل میں اللہ نہیں سمائے گا، ہم اپنے دل میں اللہ کو نہیں بسائیں گے، اس کے انوارات کو نہیں بھریں گے، ہمارے اندر رچ نہیں اترے گا تو پھر موت کے وقت ہماری زبان سے اللہ کیسے نکلے گا۔ اس کیلئے محنت کرنا پڑتی ہے۔ اور اس محنت کے لئے پوری زندگی دی گئی ہے۔

ایک نصیحت آموز واقعہ:

میرا ایک جوان عمر کلاس فیلو تھا۔ تقریباً چوبیس سال کی عمر میں اسکی شادی ہوگئی۔ کاروبار اپنا تھا اور والدین کے گھر کے قریب ہی اس کا اپنا گھر تھا۔ اللہ نے اسے ایک بیٹی دی، پھر دوسری بیٹی دی، پھر بیٹا دیا۔ بیٹے کی پیدائش کے وقت اس کی بیوی فوت ہوگئی، شہادت کا رتبہ پاگئی۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ زچہ اگر ولادت کے موقع پر فوت ہوجائے تو وہ شہیدہ بنادی جائے گی۔

لوگوں نے کہا کہ شادی کرلو۔ وہ کہنے لگا، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں ان کا باپ بھی بنوں گا اور ماں کا پیار بھی دوں گا کیونکہ معلوم نہیں آنے والی

ماں ان کا کیا حشر کرے گی۔ چنانچہ اس نے بچوں کو اپنے پاس رکھ کر پالنا شروع کر دیا۔ اب جب وہ اپنے کام پر جاتا تو بچوں کو اپنے ماں باپ کے گھر چھوڑ کر جاتا، شام کو واپس آتا تو کھانا تو پکا ہوا ہوتا تھا، وہ کچھ چیزیں بازار سے بھی لے آتا۔ بچوں کو ماں باپ کے گھر سے لے کر اپنے گھر آتا، بیٹھ کر کھانا کھاتا۔ بچے بھی کچھ نہ کچھ خوشی میں لگ جاتے اور اس کا اپنا بھی دل بہل جاتا اور پھر سو جاتے۔ اگلے دن پھر اسی طرح معاملہ چلتا تھا۔

ابھی اس کی بیوی کو فوت ہوئے مشکل سے ایک سال گزرا ہوگا، بچے نے کچھ تھوڑا تھوڑا بولنا شروع کیا ہوگا کہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ گرمیوں کے موسم میں ایک دن وہ اپنے بچوں کو لے کر عشاء کے وقت گھر آیا، کھانا کھایا، صحن میں چارپائی بچھی ہوئی تھی۔ اس پر لیٹ گیا۔ بچے اس کے گرد کھیل رہے تھے۔ اسی حال میں اس پر دل کا دورہ پڑا۔ جب وہ تڑپا تو بچیاں بھاگ کر قریب ہوئیں۔ پوچھنے لگیں ابو! کیا ہوا؟ ابو! کیا ہوا؟ مگر ابو جواب نہیں دیتا۔ چھوٹا بچہ پاس ہی تھا، اس نے جب بہنوں کو دیکھا کہ وہ پوچھ رہی ہیں تو وہ بھی باپ کے سینے پر لیٹ گیا۔ کہتا ہے ابو! آپ بولتے کیوں نہیں؟ میں بھی آپ سے نہیں بولوں گا۔ اب بیٹا روٹھ گیا ہے۔ وہ اپنے باپ کے ساتھ ناز و انداز میں ہے، وہ ضد کر رہا ہے اور اس کا باپ خاموش پڑا ہے۔ اسے کیا پتہ کہ یہ باپ آج کے بعد کبھی نہیں بولے گا۔ جب بڑی بچی بھاگ کر اپنی دادی کو بلا کر لائی اور اس نے آ کر دیکھا تو اس نے کہا، بچو! تم ماں کی شفقت سے تو پہلے ہی محروم تھے آج باپ کا سایہ بھی تم سے دور ہو گیا ہے۔

چمن اجاڑ کے آندھی تو جا چکی لیکن
پرندے شاخ پہ بیٹھے ہیں سوگوار اب تک

انسان کا دنیا سے گزرنا:

عقل مند ہیں وہ لوگ جو دنیا میں نیکی کر کے تھکتے نہیں۔ ہر وقت اپنی آخرت کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ انکا ہر دن عبادت میں گزرتا ہے اور ان کی ہر رات اپنے رب کے سامنے راز و نیاز کرتے گزر جاتی ہے۔ انسان کو دھوکا یہ لگتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وقت گزر رہا ہے۔ وقت نے کیا گزرنا ہے، میاں! تم خود گزر رہے ہو۔ تمہارا بچپن گزر گیا، تمہارا لڑکپن گزر گیا، تمہاری جوانی گزر گئی، یہ سفید بال اب تمہارا بڑھاپا ہے، یہ بھی گزر جائے گا۔ اس لیے اس کی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔

موت کے سامنے شکست:

ہمارے اسلاف نے تو اس طرح ڈٹ کر عبادات کیں کہ وہ اپنی زندگی کا کوئی بھی لمحہ فارغ نہیں گزارتے تھے۔ ہر وقت نیکی میں مصروف رہتے تھے۔ ہر کام اللہ رب العزت کی رضا کے مطابق کرتے تھے۔ ہر کام نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب موت کا وقت آ جاتا ہے تو پھر یہ ٹلا نہیں کرتا۔ دنیا میں بڑے بڑے حکمران آئے، جرنیل آئے، لیکن موت سے کوئی مقابلہ کر سکا؟ سب نے شکست کھائی۔ دنیا کو فتح کرنے والے، فاتح عالم کہلانے والے بھی جب موت سے مقابلہ کے لئے آئے تو موت نے ان کو پچھاڑ دیا۔ بڑے بڑے رستم زمان دنیا میں آئے۔ اور جن کو موت آتی ہے ان کے لئے قیامت قائم ہو جاتی ہے حدیث پاک مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ (جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہو گئی) اس پر صادق آتی ہے۔

دانائی کی بات:

ایک بیوہ عورت کا اکلوتا بیٹا مر گیا۔ وہ تجہیز و تکفین کیلئے مانتی نہ تھی اور حکیم صاحب کو مجبور کرتی تھی کہ اس کا علاج کریں، دوائی دیں۔ حکیم صاحب دانا انسان تھے۔ انہوں نے اس عورت سے کہا کہ تمہارا بیٹا تو مر چکا ہے مگر میں اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی تدبیر کرتا ہوں۔ بیوہ عورت بہت خوش ہوئی۔ حکیم صاحب نے کہا کہ نسخہ بنانے کے لئے مجھے ایسے گھر سے پانی لا دو جہاں کسی کو موت نہ آئی ہو۔ بیوہ عوت بیچاری پیالہ لئے گھر گھر گئی۔ سارا شہر چھان مارا مگر کوئی گھر ایسا نہ ملا جہاں کسی کو موت نہ آئی ہو۔ جب ناکام واپس آئی تو حکیم صاحب نے سمجھایا کہ جب سارے شہر میں کوئی ایسا گھر نہیں جہاں موت نے پنجے نہ گاڑے ہوں تو یہی معاملہ تیرے بیٹے کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ تب عورت کو اعتبار آیا۔

پیام مرگ سے اے دل ترا کیوں دم نکلتا ہے
مسافر روز جاتے ہیں یہ رستہ خوب چلتا ہے

حضرت حسن بصریؒ کی توبہ کا واقعہ:

حضرت حسن بصریؒ جوانی کی عمر میں تجارت کیا کرتے تھے۔ ان کا مال تجارت مختلف ملکوں سے آتا تھا۔ ایک دفعہ کسی ایک ملک میں پہنچے تو وہاں کے بادشاہ نے ان سے کہا کہ ہمارا ایک فنکشن ہے، آئیے آپ کو اس فنکشن میں لے چلیں۔ حسن بصریؒ ان کے ساتھ چلے گئے۔ ان کا قافلہ اس بادشاہ کے بیٹے کی قبر کے قریب جا کر رک گیا۔ وہاں پر انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ کچھ نوجوان اس قبر کے اردگرد چکر لگا رہے تھے۔ پھر کچھ لڑکیوں نے جن کے ہاتھ میں ہیرے

جواہرات تھے اس قبر کے اردگرد چکر لگایا۔ پھر حسین و جمیل لڑکیوں نے اس قبر کے اردگرد چکر لگایا۔ پھر بوڑھوں نے قبر کے اردگرد چکر لگایا۔ حسن بصریؒ نے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ جن نوجوانوں نے قبر کے اردگرد چکر لگایا وہ گویا یہ کہہ رہے تھے کہ اے شہزادے! اگر موت کو ٹالا جا سکتا تو ہم اپنی جوانیاں قربان کر کے تجھے مرنے سے بچا لیتے۔ جو لڑکیاں ہیرے جواہرات ہاتھ میں لے کر چکر لگا رہی تھیں وہ گویا یہ کہہ رہی تھیں کہ اے شہزادے! اگر موت کو جواہرات سے ٹالا جاتا تو ہم ان کو تو قربان کر دیتیں مگر تجھے نہ مرنے دیتیں۔ حسین و جمیل لڑکیاں گا کر یہ کہہ رہی تھیں کہ اے شہزادے! اگر موت کو حسن و جمال کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ہم اپنے حسن و جمال کو قربان کر دیتیں مگر تجھے نہ مرنے دیتیں۔ اس کے بعد بوڑھے بھی یہی کہہ رہے تھے کہ اگر موت کو بڑھاپے کے ذریعے سے ٹالا جا سکتا تو ہم اپنے بڑھاپے کے عوض تمہاری جان بخشی کروا لیتے۔

جب حسن بصریؒ نے یہ سنا تو دل پر ایک چوٹ لگی اور وہیں کھڑے کھڑے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب من چاہی زندگی گزارنے کی بجائے رب چاہی زندگی گزاروں گا۔ چنانچہ پھر اتنی عبادت کی کہ مشہور تابعین میں شمار ہوئے۔

موت سے دفاع ناممکن ہے:

یاد رکھئے! اگر موت کو حکومت کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو فرعون کو بھی موت نہ آتی، اگر موت کو دولت کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو قارون کو بھی موت نہ آتی، اگر موت کو حکمت و دانائی کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو حضرت لقمان کو موت نہ آتی، اگر موت کو ہمت و جوانمردی سے ٹالا جا سکتا تو رستم و سہراب کو موت نہ آتی، اگر موت کو دواؤں کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو افلاطون اور جالینوس کو موت نہ آتی، اگر موت

کو حسن سے ٹالا جا سکتا تو دنیا کے حسینوں کو موت نہ آتی۔ اگر موت کو محبت سے ٹالا جا سکتا تو کوئی ماں اپنی گود میں چڑھے ہوئے بچے کو نہ مرنے دیتی۔ اگر موت کو وفاؤں کے ذریعے ٹالا جا سکتا تو کوئی بھی نیک بیوی اپنے خاوند کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ مرنے دیتی مگر موت ایسی حقیقت ہے کہ بالآخر آ کر ہی رہتی ہے۔

میرے دوستو! جب موت ایک اٹل حقیقت ہے تو ہمیں بھی دل میں استحضار رہے کہ ہمیں بھی جانا ہے، ہمیں بھی آگے کیلئے تیاری کرنا ہے۔ اس کو کہتے ہیں اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ یہ دھوکے کا گھر ہے اس سے انسان کا دل کٹ جائے وَالْاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ اور آخرت کی طرف دھیان لگ جائے، وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ اور موت کے آنے سے پہلے انسان اس کی تیاری کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات:

سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی شاہی بھی عطا کی اور دنیا کی بادشاہی بھی عطا کی۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان جیسی شاہی نہ آج تک دنیا میں کسی کو ملی ہے اور نہ ہی کبھی کسی کو ملے گی۔ انسانوں کے بادشاہ، حیوانوں کے بادشاہ، پرندوں کے بادشاہ، جنوں کے بادشاہ، ہوا کے اوپر حکم چلتا تھا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اللہ کا گھر بیت المقدس بنا رہے تھے۔ اور اس کام کے لئے انہوں نے جنوں کو لگایا ہوا تھا۔ اسی دوران ان کی موت کا وقت آ گیا۔ اب ان کو مہلت نہیں ملی کہ آپ میرے پیغمبر ہیں اور آپ میرا گھر بنا رہے ہیں اور میرا گھر بن جائے، پھر آپ کو بلائیں گے نہیں، جب موت کا وقت آیا تو عین اسی حال میں اللہ رب العزت نے ان کو

اپنے پاس بلا لیا۔ اور مسجد کے مکمل ہونے کا معاملہ تو یہ رہا کہ آپ کو موت تو آ گئی مگر وہ اپنی لاٹھی کے سہارے کھڑے رہے۔ جن یہ سمجھتے رہے کہ شاید یہ کھڑے ہیں۔ وہ کام میں لگے رہے۔ جب کام مکمل ہو گیا تو اس وقت آپ کے عصا کو دیمک نے کھایا اور آپ کی نعش نیچے گری۔ تب جنوں کو پتہ چلا کہ آپ تو پہلے ہی فوت ہو چکے ہیں۔ اگر اللہ کے پیغمبر جو اتنی محبوب ہستی ہیں ان کو اس حال میں حاضری دینا پڑتی ہے تو ہم اور آپ کس کھیت کی گاجر مولی ہیں۔ ہم کن کاموں میں لگے ہوئے ہیں کہ ہم کہیں کہ ہمیں مہلت مل جائے گی۔ کئی مجھے بی اے کرنا ہے، ایم اے کرنا ہے، میں نوکری کی تلاش میں ہوں، میری ابھی ابھی شادی ہوئی ہے۔ یہ سب فضول باتیں ہیں۔ وقت آئے گا تو انسان کو گھر سے پھر جانا پڑ جائے گا۔ کوئی نہیں پوچھے گا کہ تو نے اپنے کام کو سمیٹا ہے یا نہیں۔ فرمائیں گے کہ تمہیں تو پہلے بتا دیا تھا کہ تمہیں جانا ہے۔ تم نے پہلے تیاری کیوں نہیں کر لی۔

حضور اکرم ﷺ کے والدین کا سفر آخرت:

شادی کے وقت حضرت عبداللہؓ کی عمر ۲۱ سال اور بی بی آمنہؓ کی عمر ۲۰ سال تھی۔ حضرت عبداللہؓ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کی عمر چند سال ہوئی تو ایک مرتبہ حضرت آمنہؓ کو حضرت عبداللہؓ کی یاد نے ستایا۔ چنانچہ حضرت آمنہؓ نے فرمایا، بیٹے محمد ﷺ! تجھے تیرے ابو کی قبر پہ لے چلوں۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آمنہ! جب میں سفر سے واپس آؤں گا تو اونٹ کی گردن کی گھنٹی بجے گی جونہی تو میرا استقبال کرنا۔ میں تمہارے لئے تحفے لاؤں گا۔ اس کے بعد بڑے قافلے آئے مگر گھنٹی بجی نہ ہی عبداللہؓ آئے بلکہ موت کی گھنٹی بج چکی تھی۔ پھر حضرت آمنہؓ نے

حضرت عبداللہؓ کی قبر پر بیٹے کو لے جا کر کہا، عبداللہ تم نے آنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں راہ تکتی رہی۔ دو سال گزر گئے مگر آپ نہ آئے، رو رو کر میری آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ عبداللہ! تیرا بیٹا محمد ﷺ تجھے ملنے آیا ہے، ذرا نکل کر اس کے حسن کو دیکھ۔ یہ کہہ کر حضرت آمنہؓ بہت روئیں اور بے ہوش ہو گئیں۔ جب حضرت آمنہؓ نے حضور ﷺ کے سامنے آپ کے والد محترم کا نام لیا تو آپ ﷺ نے ادھر ادھر دیکھا مگر باپ نظر نہ آیا جو شفقت سے سینے لگاتا۔ اس کے بعد بی بی آمنہؓ نہ بول سکیں اور بالآخر جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ میرے آقا ﷺ ولادت سے پہلے ہی باپ کی شفقت سے محروم ہو گئے اور اب ماں کی محبت بھی گئی۔

سیدہ خدیجہؓ کی بہن کا اکرام:

حضور اکرم ﷺ کو اپنی پہلی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کی۔ جس سال حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابو طالب کا انتقال ہوا حضور ﷺ نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت گھر آئی جس کی آواز حضرت خدیجہؓ سے ملتی جلتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے پوچھا، صدیقہ! عرض کیا، لبیک یا رسول اللہ ﷺ، پوچھا! یہ عورت کون ہے؟ عرض کیا، خدیجہؓ کی بہن۔ یہ سن کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے اور فرمایا مجھے خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اسے بٹھایا، دودھ پلایا اور بڑا اکرام کیا۔

چل چلاؤ کا گھر:

موت سے کسی حال میں بھی فرار ممکن نہیں۔ ارے! جب وجہ کائنات، فخر

موجودات، احمد مجتبےٰ، محمد مصطفےٰ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں تو پھر کسی اور کے لئے یہ دنیا ہمیشہ رہنے والی جگہ کیسے بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ بیشک آپ بھی مرنے والے ہیں اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ یہاں پہلے نبی اکرم ﷺ کا تذکرہ اس لئے کیا گیا تاکہ لوگوں کو فی الجملہ تسلی رہے۔ بہر حال یہ دنیا چل چلاؤ کا گھر ہے۔

وصال نبوی ﷺ کے وقت حضرت فاطمہؓ کی حالت:

بخاری شریف کی ت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو مرض وفات کے وقت بے ہوشی طاری ہوتی تو حضرت فاطمہ عرض کرنے لگیں، واکرب اباہ ہائے! میرے ابا جان کی تکلیف۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ لیس علی ابیک کرب بعد الیوم آج کے دن کے بعد تیرے باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ پھر جب آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت فاطمہؓ کہنے لگیں،

يا ابتاه اجاب ربا دعاه ' يا ابتاه جنة الفردوس ماواه ' يا ابتاه الى جبريل ننعاه .

(اے میرے پیارے ابا جان! آپ نے اپنے رب کے بلاوے کو قبول کیا۔ اے میرے ابا جان! جنت الفردوس آپ کا ٹھکانہ ہے۔ اے میرے ابا جان! ہم جبرئیل امین کی طرف تعزیت پیش کرتے ہیں۔ (وحی کے ختم ہونے پر)۔

جب نبی اکرم ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہؓ نے صحابہ کرامؓ سے کہا، اطابت انفسكم ان تحثوا على رسول الله ﷺ التراب؟ تمہارے دلوں نے کس طرح چاہا ہوگا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ پر مٹی ڈالیں؟

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حضور ﷺ سے جدائی:

جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے یمن کی طرف روانہ فرمایا تو اس وقت کے بارے میں آتا ہے کہ مُعَاذٌ رَاکِبٌ وَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ اٰخِذٌ بِلِجَامِہٖ (معاذ سوار تھے اور نبی اکرم ﷺ نے لگام پکڑی ہوئی تھی) اس وقت حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لَعَلَّکَ اَنْ تَمُرَّ بِمِنْبَرِیْ وَ قَبْرِیْ جب آپ واپس آئیں گے تو شاید آپ کو میرا منبر اور میری قبر ملے گی۔ یعنی منبر تو ملے گا زینتِ منبر نہ ہوگا' مزار ہوگا تکرار نہ ہوگا۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بَکٰی مِنْ فِرَاقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ جدائی کی یہ خبر سن کر حضرت معاذؓ سسکیاں لے کر رونے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، معاذ رضی اللہ عنہ گھبراؤ نہیں اِنَّ اَوْلٰی بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُتَّقُوْنَ اَیْنَ مَا کَانُوْا حَیْثُ مَا کَانُوْا قیامت کے دن میرے قریب تر متقی لوگ ہوں گے جہاں کہیں بھی ہوں گے اور جیسے بھی ہوں گے۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ہر آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اسے محبت ہوگی۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی وفات:

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا تھا۔ حضور اکرم ﷺ جب بھی ان کے گھر تشریف لے جاتے تو اس بچے سے ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے وہ بچہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے بیٹے کو غسل دیا' کفن پہنایا اور چارپائی پر لٹا دیا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا روزہ تھا۔ ان کی بیوی نے ان کے لئے کھانا تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا اور خوشبو وغیرہ لگائی۔ رات کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جب آئے تو کھانا کھا کر پوچھا مَا بَالُ الْوَلَدِ بیٹے کا کیا حال ہے؟ کہنے لگی قَدْ ھَدَأَتْ نَفْسُہٗ کہ اس کے سانس کو آرام آ گیا، رات کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے صحبت بھی کی۔ صبح کو جب اٹھے تو کہنے لگیں اگر کسی سے کوئی چیز لی جائے اور پھر وہ واپسی کا مطالبہ کرے تو کیا وہ چیز واپس کر دینی چاہئے یا دینے سے انکار کر دینا چاہئے۔ وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینی چاہئے' روکنے کا تو جواز ہی نہیں بنتا۔ یہ سن کر کہنے لگیں' تمہارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے لے لیا ہے۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بہت افسوس ہوا اور کہا کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سارا ماجرا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْمَا فَعَلْتُمَا فِی اللَّیْلِ اللہ تعالیٰ تمہارے رات کے عمل میں برکت دے۔ اللہ کے محبوب ﷺ کی بابرکت دعا سے اس رات کے عمل سے عبداللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے۔ جن کے نو بیٹے پیدا ہوئے۔ وہ سب قرآن مجید کے قاری بنے۔ سبحان اللہ۔

نبی اکرم ﷺ کا تعزیتی خط:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی وفات پر نبی اکرم ﷺ نے جو تعزیتی خط بھیجا اس کا ترجمہ آپ کو سنا دیتا ہوں۔

السلام علیکم۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! اللہ تعالیٰ اس تکلیف پر اجر عظیم' صبر جمیل اور ہم سب کو شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری جانیں' اہل وعیال اور اموال اسباب سب اللہ تعالیٰ کا مبارک عطیہ اور امانت ہے جن سے ہم مقررہ وقت تک فائدہ اٹھاتے ہیں اور وقت معین پر امانت واپس لے لی جاتی ہے۔ ہر انسان پر ان نعمتوں کے ملنے کے وقت شکر اور واپسی پر صبر ضروری

ہے۔ تمہارا بیٹا بھی بطور امانت تمہارے پاس تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بڑی مسرت وخوشی کے ساتھ تمہیں دیا اور اجر عظیم کے وعدے کے ساتھ واپس لے لیا۔ اے معاذ! جزع وفزع نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ رونا دھونا تمہارے ثواب کو ضائع کردے۔ اس سے نہ تو مرنے والا ہی واپس آ سکتا ہے اور نہ غم کم ہوگا۔ اس مصیبت کو اس تصور سے ہلکا کرو کہ کل کو مجھے بھی مرنا ہے

سیدنا صدیق اکبر ؓ کی صداقت:

''البدایہ والنہایہ'' کے اندر ایک بڑی عجیب حکایت لکھی ہوئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ جنگ کیلئے جا رہے تھے۔ روانہ ہونے سے پہلے مدینہ منورہ کی ایک انصار بڑھیا آئی۔ اس نے عرض کیا' یا رسول اللہ! میرا بیٹا ہاتھ میں تلوار لے کر آپ کے خلاف ورزش کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ میں (نعوذ باللہ) محمد کا سر قلم کر دوں گا میں آپ کی خادمہ ہوں۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ اس کی ہدایت کی دعا فرما دیجئے رحمت عالم ﷺ نے دعا فرمائی۔ وہ نوجوان بیٹا جو گھر میں مالش کر کے اسلام کے خلاف ورزش کر رہا تھا اس کا دل اللہ رب العزت نے بدل دیا۔ وہ وہی تلوار لے کر دوڑ کر آیا۔ اور آقا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا' اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے کلمہ پڑھا دیجئے۔ اس صحابی کا نام مالک ؓ بن سنان تھا۔

وہ کہنے لگا' اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا مجھے بھی ساتھ آنے کی اجازت ہے؟ فرمایا' آجاؤ۔ میدان جہاد میں گئے۔ نیا نیا اسلام کا جذبہ تھا۔ لہذا جاتے ہی شہید ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد صحابہ کرامؓ واپس آئے۔ مدینہ کی عورتیں استقبال کے لیے نکلیں۔ اس نوجوان انصاری مالکؓ بن سنان کی ماں بھی باہر نکلی۔ بہنیں بھائیوں سے ملیں، عورتیں خاوند سے ملیں، مائیں بچوں سے ملیں اور وہ بڑھیا بھی کھڑی ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ جب تشریف لائے تو اس بڑھیا نے آپ ﷺ سے پوچھا' اے اللہ کے نبی ﷺ! مجمع میں میرا بیٹا نظر نہیں آ رہا وہ کہاں گیا؟ نبی اکرم ﷺ نے اس کا چہرہ بھانپا اور فرمایا' اماں! ذرا صبر کر' پیچھے ابوبکر ؓ آ رہے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ ایک اور صحابی ؓ گزرنے لگے اس نے اس سے بھی اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے بھی کہا کہ پیچھے ابوبکر ؓ آ رہے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ جو صحابیؓ بھی گزرتا وہ اس بوڑھی عورت کو یہی جواب دیتا۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔ جب ابوبکر ؓ گزرنے لگے تو کہنے لگی ابوبکر ؓ! میرا بیٹا کہاں گیا؟ سیدنا صدیق اکبر ؓ خاموش رہے۔ آپ نے پوچھا۔ اماں! اللہ کے نبی ﷺ گزرے تھے انہوں نے کیا فرمایا تھا؟ وہ کہنے لگی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ابوبکر ؓ سے پوچھ لینا۔ یہ سن کر سیدنا صدیق اکبر ؓ حیران ہوئے۔ وہ سوچ میں پڑ گئے اگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ شہید ہو گیا ہے تو شاید وہ برداشت نہ کر سکے۔ وہ گھبرا کر کہنے لگی، کیا میرا بیٹا مر گیا ہے؟ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے فرمایا' اماں! صبر کر تیرا بیٹا پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ اب وہ تو کھڑی رہی مگر صدیق اکبر ؓ چل پڑے اور جھولی پھیلائی اور رب العالمین کے ساتھ تعلق قائم کر لیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عرض کیا' اے اللہ! تو جانتا ہے کہ صدیق کا لقب مجھے تیرے نبی ﷺ نے دیا تھا۔ یا اللہ! صدیق اسے کہتے ہیں جس نے زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔ یا اللہ! اگر قیامت کے دن میرا یہ جھوٹ میرے محبوب ﷺ نے دیکھ لیا تو میں کیا چہرہ دکھاؤں گا۔ اے اللہ! اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تو مردوں کو زندہ کر سکتا ہے تو میں بھی تو تیرے محبوب ﷺ کا غلام ہوں۔ اللہ! تجھے تیری ذات کا واسطہ مالک ابن سنان ؓ کو زندگی عطا کر دے۔ روتے بھی جا رہے ہیں اور دعا بھی

کرتے جا رہے ہیں۔ بڑے غمگین تھے۔ جب مسجد نبوی ﷺ میں پہنچے تو پیچھے جوتوں والی جگہ پر بیٹھ گئے۔

وہ عورت کھڑی رہی۔ دیکھتی ہے کہ ایک آدمی آ رہا ہے۔ جب قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ یہ اس کا بیٹا مالک بن سنان ؓ انصاری تھا۔ ماں نے گلے لگایا۔ ماں نے رخسار کا بوسہ دیا۔ ماں بیٹے نے انگلی پکڑی اور وہ بھی مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گئے۔ ان کو دیکھ کر صحابہ حیران ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ بھی حیران ہو گئے کہ یہ تو شہید ہو گیا تھا اور ہم اسے دفن کر کے آئے تھے۔ اللہ رب العزت نے جبرائیل کو بھیجا۔ اس نے آ کر پیغام دیا کہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں، تیرے صدیق ؓ کی زبان سے نکل گیا تھا کہ اماں! صبر کر تیرا بیٹا پیچھے آ رہا ہے۔ خداوند قدوس نے صدیق ؓ کی زبان کو سچا کرنے کے لئے مالک کو دوبارہ زندگی عطا کر کے اور لباس پہنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ سبحان اللہ۔

سیدنا صدیق اکبر ؓ کی آخری وصیت:

سیدنا صدیق اکبرؓ نے ساری زندگی زہد اور تقویٰ کے ساتھ گزاری۔ کبھی کبھار خشیت الٰہی کی وجہ سے فرماتے یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ عُصْفُوْرًا کہ اے کاش! میں کوئی پرندہ ہوتا۔ اور کبھی فرماتے یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ شَجَرَۃً تُعْضَدُ کہ اے کاش! میں کسی درخت کا پتہ ہوتا۔ زندگی کے آخری دم تک آپ کی یہی کیفیت رہی۔

جب صدیق اکبر ؓ دنیا سے جانے لگے تو اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو بلا کر فرمایا! بیٹی عائشہ! میں دنیا کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ میری دو وصیتوں پر عمل کرنا۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا، ابا جان! فرمایئے کون سی دو وصیتیں ہیں۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے فرمایا، بیٹی عائشہ! جب میں فوت ہو جاؤں اور صحابہ غسل دیں

تو میرے کفن کے لئے نیا کپڑا نہیں لینا، میری دونوں پرانی چادریں دھو کر انہی کے ساتھ مجھے کفن دینا ہے۔ اور دوسری وصیت یہ ہے کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میری چارپائی کو اٹھا کر گنبد خضریٰ کے سامنے رکھ دینا اور درود و سلام پڑھنا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کے روضہ کا دروازہ بند رہے تو میری قبر جنت البقیع میں بنا دینا اور اگر اللہ کے محبوب ﷺ کے روضہ اقدس کا دروازہ کھل جائے تو مجھے اللہ کے محبوب ﷺ کے ساتھ دفن کر دینا۔ امی عائشہؓ عرض کرنے لگیں، ابا جان! پہلی وصیت پر تو عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ بیت المال کے اندر کپڑا موجود ہے۔ ابا جان! مدینہ کا غریب سے غریب تر آدمی اگر مر جائے تو اس کیلئے بھی نیا کپڑا خریدا جاتا ہے۔ اس لئے ابا جی! میں پرانی چادروں میں کفن نہیں دوں گی، میں نیا کپڑا لے لوں گی۔ سیدنا صدیق اکبر ؓ نے فرمایا، بیٹی! تو بھی صحیح کہہ رہی ہے لیکن میں اس لئے وصیت کرتا ہوں کہ بیت المال کا نیا کپڑا جو میرے کفن پہ لگنا ہے وہ مدینہ کے یتیموں کے کپڑے بن جائیں گے، میں تو پرانی چادروں میں بھی دفنایا جا سکتا ہوں۔ تاریخ گواہ ہے کہ ساری دنیا کے لوگوں کے کفن کیلئے نیا کپڑا خریدا جاتا ہے لیکن صدیق اکبر ؓ کا کفن پرانی چادروں سے دیا گیا۔

صدیق اکبر ؓ کی تدفین:

جب سیدنا صدیق اکبر ؓ کو غسل دے کر کفن پہنایا گیا تو صحابہ کرامؓ نے چارپائی کو اللہ کے محبوب ﷺ کے روضہ اقدس کے سامنے رکھا اور باہر سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کر دیا انْشَقَّ الْقُفْلُ تالا ٹوٹ گیا، وَ انْفَتَحَ الْبَابُ دروازہ کھل گیا اور آواز آئی اُدْخِلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ دوست کو دوست کے ساتھ جلدی سے ملا دیجئے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبر ؓ کو اللہ کے محبوب ﷺ کے پہلو میں سلا

دیا گیا۔ سبحان اللہ

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

بی بی اسماءؓ کا صبر:

جب مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو یہودیوں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے مسلمانوں کی نسل بندی کر دی ہے اس لئے بچے نہیں ہوتے۔ کچھ عرصہ بعد سیدہ اسماء بنت ابی بکرؓ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اس بچے کی پیدائش پر مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ اس بچے کا نام عبداللہ بن زبیرؓ تھا۔ وہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے منہ بولے بیٹے تھے اس لئے عائشہ صدیقہؓ کی کنیت ام عبداللہ انہی کی نسبت سے تھی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حجاج نے دمشق کے چوک میں پھانسی دی۔ لاش وہیں لٹکی رہی۔ سیدہ اسماءؓ نے بیٹے کی لٹکی ہوئی لاش کو دیکھا تو فرمایا، میرا بیٹا! تو اللہ تعالیٰ اور ماں کے سامنے سرخرو ہوا ہے۔ لوگو! دیکھو، میرا بیٹا تختہ دار پر نہیں بلکہ منبر پر کھڑا خطبہ دے رہا ہے۔ میرے بیٹے! تو نے میری لوری کا حق ادا کر دیا۔

سبحان اللہ

ایک صحابیؓ کی وفات:

کنزالعمال میں ہے کہ حضور ﷺ ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ یمن کا ایک آدمی اونٹنی پر سوار وہاں سے گزرنے لگا۔ کہنے لگا' اے نوجوانو! اے مسافرو! میں نے مدینہ میں جانا ہے میری رہنمائی کریں۔ صحابہؓ نے کہا ہم بھی وہیں جا رہے ہیں' ہمارے ساتھ آ جائیں۔ انہوں نے اس سے پوچھا' کیوں جا رہے ہو؟ اس یمنی آدمی نے کہا کہ سنا ہے کہ وہاں ایک پیغمبر آئے ہیں جن کا نام نامی محمد

رسول اللہ ﷺ ہے۔ انہیں دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں۔ صحابہؓ نے کہا' پھر تو تمہاری مراد پوری ہو گئی ہے کہ آقا ﷺ تو ہمارے اندر موجود ہیں۔ صحابہؓ نے اشارہ کیا کہ اس اونٹنی پر آقا ﷺ سوار ہیں اس نے اپنی اونٹنی نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کے ساتھ لگا دی۔ کجاوے میں کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک کتاب کھولی اور کملی والے آقا ﷺ کا چہرہ دیکھا، دوسری کھولی اور آقا کا چہرہ دیکھا' حتیٰ کہ چار کتابیں کھول کر رکھ دیں اور کہنے لگے، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ اپنا ہاتھ مبارک بڑھائیے اور مجھے پڑھا دیجئے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ آقا ﷺ نے پوچھا' اتنی جلدی میں کلمہ بھی پڑھ لیا؟ کہنے لگا' اے اللہ کے نبی ﷺ! میں تورات و انجیل کا عالم ہوں۔ ان میں جو آپ کے اوصاف لکھے ہوئے تھے' مجھے وہ آپ میں ایک ایک نظر آیا ہے، آپ کی پیغمبری میں کوئی شک نہیں۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا' میں آپ کے ساتھ چند دن کیلئے مدینہ منورہ جاؤں گا۔ وہاں چند دن آپ کے ساتھ رہ کر دین کے احکام سیکھ کر اپنے علاقہ میں آ کر دین کی تبلیغ کروں گا۔ آقا ﷺ! نے فرمایا' اچھا چلیں۔ وہ آپ ﷺ کے ساتھ دو ایک جگہ چلا ہوگا پہاڑی علاقہ تھا۔ اونٹنی کا پاؤں ایک غار میں پھنسا' اونٹنی گری' اوپر سے وہ بھی گرا اس کی گردن ٹوٹ گئی اور وہیں اس کی روح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللعالمین آقا ﷺ اونٹنی سے اتر آئے۔ صحابہؓ نے بھی سواریاں روک لیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس میت کو اٹھا کر اپنی گود میں لٹا لیا اور اس کے سر میں انگلی کے ساتھ کنگھی کرنے لگے۔ آقا ﷺ کے مبارک آنسو اس کے چہرے پر گر رہے تھے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں، اے مرنے والے مسافر! ابھی تو تو نے اپنا نام بھی نہیں بتایا تھا، تو نے اپنے کنبے قبیلے سے بھی ہمیں آگاہ نہیں کیا تھا،

لیکن میرے صحابیو! دیکھو کتنا خوش نصیب ہے کہ عَمِلَ قَلِيلًا وَ اُجِرَ كَثِيرًا عمل تو اس نے تھوڑا کیا مگر اس کو اجر یہ دیا گیا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی روح کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل چکے ہیں۔ ہر ہر دربان کہہ رہا ہے او جنگل میں مرنے والے مسافر کی روح! جس دروازے سے چاہے تو جنت میں داخل ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا معجزہ:

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک یہودی عورت مسلمان ہوئی۔ اس کی ایک نوجوان بیٹی تھی وہ مر گئی۔ یہودیوں نے طعنہ دیا کہ تو مسلمان ہوئی ہے اسلئے تیری بیٹی مر گئی ہے۔ وہ دونوں میاں بیوی رونے لگے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم مسلمان ہوئے تھے۔ ہماری نوجوان بیٹی مر گئی ہے اور ہم نے اسے دفنا دیا ہے۔ اب ہمیں برادری والے طعنہ دیتے ہیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا، چلو اس کی قبر دکھاؤ کہ کہاں ہے۔ وہ کہنے لگے، اس اونچی پہاڑی پر اس کی قبر ہے۔ نیچے کھڑے ہو کر اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا یا امۃ اللّٰہ یدعوک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اے اللہ کی بندی! تجھے اللہ کا حکم [illegible] ہے) اس نوجوان لڑکی کی قبر پھٹ گئی۔ وہ ماں باپ سے ملی۔ اللہ کے محبوب ﷺ اس لڑکی سے پوچھتے ہیں کہ اب تو بتا کہ تو جہاں سے آئی ہے وہاں جانا چاہتی ہے یا اپنی امی ابو کے پاس رہنا چاہتی ہے؟ وہ نوجوان لڑکی کہنے لگی، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ دعا فرما دیجئے کہ میرے ماں باپ کے دل سے میری محبت نکل جائے، میں جہاں سے آئی ہوں وہاں جانا چاہتی ہوں کیونکہ میں نے خدا کو ان سے بہتر پایا ہے۔

باپ کے ہاتھوں بیٹے کی موت کا سامان:

جھنگ شہر کے ریلوے سٹیشن کے قریب ایک پھاٹک ہے۔ وہاں سے ایک آدمی صبح کی اذانوں کے وقت اپنی بھینس لے کر اپنے زرعی رقبے میں باندھنے کے لئے جا رہا تھا۔ بھینس چلتے ہوئے گوبر کر رہی تھی۔ اچانک اس کے پاؤں کے نیچے ایک سانپ آ گیا۔ سانپ کے سر پر گوبر گر پڑا جبکہ باقی حصہ سر سے کٹ کر تڑپنے لگ گیا۔ اس آدمی نے اپنی لاٹھی سے تڑپتے ہوئے سانپ کو موت کی نیند سلا دیا۔ جب وہ دوپہر کو واپس اس جگہ آیا تو اس خشک گوبر میں اسے مرا ہوا سانپ نظر آیا۔ بھینس کا پاؤں پڑنے سے اس سانپ کا باقی جسم سر سے جدا ہو گیا اور سر گوبر میں اس طرح پھنسا رہا کہ اس کا منہ اوپر سے نظر آتا تھا۔ اس نے وہ گوبر اٹھا لیا اور دکھانے کے لئے گھر لے آیا۔ قریب کے پڑوسی بھی اس سانپ کا سر دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ اس کا ایک ہی کمسن بیٹا تھا۔ اچانک اس نے سانپ کے منہ پر انگلی رکھ کر پوچھا 'ابو! یہ کیا ہے؟' بس اس کا ہاتھ لگنا ہی تھا کہ سانپ کا زہر پورے جسم میں سرایت کر گیا اور بچہ وہیں دھڑام سے گر گیا۔ اس آدمی کو کیا معلوم تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی موت کا سامان اپنے ہاتھوں سے گھر لے کر جا رہا ہے۔

ایک دلہن کی موت:

ایک شخص نے اپنی بیٹی کی شادی پر بہت جہیز دیا۔ چند دن بعد دلہن کی وفات ہو گئی۔ باپ کو اس کا بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ اس الم رسیدہ باپ نے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے یہ شعر کہا،

یہ آیا یاد اے آرام جاں اس نامرادی میں
کفن دینا تمہیں بھولے تھے ہم سامان شادی میں

کسی اور شاعر نے کہا،

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

ایک مزدور کی موت کا منظر:

کراچی میں ایک جگہ پانچ منزلہ عمارت تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک مزدور پانچویں منزل سے گرا لیکن سلامت رہا۔ اس کے ساتھیوں نے دیکھا تو جسم پر خراش تک کا نشان نہ تھا۔ دوست احباب نے کہا کہ اس بچ جانے کی خوشی میں مٹھائی کھلاؤ۔ ٹھیکیدار نے اپنی جیب سے اسی وقت سو روپے کا نوٹ نکال کر دیا۔ وہ خوشی خوشی مٹھائی لینے جا رہا تھا کہ سڑک پار کرتے ہوئے گاڑی نے ٹکر ماری اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔

ایک ڈرائیور کی پراسرار موت:

ایک دفعہ ایک ویگن لاہور سے فیصل آباد آ رہی تھی کہ شیخوپورہ سے آگے ایک سفید ریش بزرگ نے ویگن رکنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور نے ویگن روک لی اور تھکاوٹ کی وجہ سے سٹیرنگ پر سر رکھا۔ کنڈیکٹر نے باہر جھانک کر دیکھا تو کوئی آدمی بھی نہ تھا۔ اس نے ڈرائیور کو گاڑی چلانے کیلئے گھنٹی دی مگر ڈرائیور نے سر نہ اٹھایا۔ بالآخر ایک آدمی نے ڈرائیور کو ہلایا تو پھر بھی سر نہ اٹھایا۔ جب دیکھا گیا تو وہ ڈرائیور فوت ہو چکا تھا۔ دیکھیں کہ صرف ایک ڈرائیور کی موت کا وقت تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری سواریوں کی حفاظت کے لئے ملک الموت کو مجسم انسانی حالت میں بھیجا۔

ایک فوجی کا پراسرار سفر آخرت:

دریائے چناب اور جہلم کے درمیان کھجوروں کے بہت سے باغات ہیں۔ وہاں ایک جگہ پر کھجور کا ایک بہت ہی اونچا درخت تھا۔ اس درخت کی کھجوریں دوسرے درختوں کی نسبت بہت زیادہ میٹھی تھیں۔ اس لئے علاقے کے لوگ اس درخت کی کھجوریں بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک بڑا سا سانپ اس درخت پر چڑھ گیا اور اس نے وہیں درخت پر بسیرا کر لیا۔ پہلے تو لوگ کھجوریں کھانے کے لئے اوپر چڑھ جاتے تھے لیکن اس کے بعد لوگ ان میٹھی کھجوروں سے محروم ہو گئے۔ اس کھجور کے قریبی علاقے میں ایک نوجوان جس کا دماغی توازن کمزور تھا وہ چلتے پھرتے اس کھجور کے پاس آیا۔ وہ پہلے کی طرح اب بھی اس درخت پر چڑھ گیا۔ جب وہ سانپ کے قریب پہنچا تو اس سانپ نے اپنے دھڑ کے ساتھ اس کے جسم کو اپنے گھیرے میں لے کر جکڑ لیا اور اس کے منہ کے بالمقابل اپنا منہ کر کے اس نے پھنکارنا شروع کر دیا۔ اب وہ نوجوان حیران پریشان۔ وہ نیچے تو اتر نہیں سکتا تھا۔ اور اگر وہیں رہتا تو سانپ کے ڈسنے کا خطرہ تھا۔

اتنے میں ایک آدمی اس کھجور کے قریب سے گزرنے لگا تو اس کی نظر نوجوان پر پڑی۔ وہ دوڑتا ہوا اس نوجوان کے گھر گیا اور اس کے بھائیوں کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ ایک بندوق لے کر وہاں پہنچے۔ علاقے کے دوسرے لوگوں کو پتہ چلا تو وہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ بندوق سے انہوں نے نشانہ باندھنا چاہا مگر جس طرف سے بھی نشانہ باندھتے، سانپ کے ساتھ وہ نوجوان بھی گولی کی زد میں دکھائی دیتا۔ کسی طرف سے بھی نشانہ باندھنا خطرے سے خالی نہ تھا۔

کسی کا کندہ نگینے میں نام ہوتا ہے
کسی کے کفن دفن کا انتظام ہوتا ہے
عجب چیز ہے دنیا بھی میرے مولا
کسی کا کوچ کسی کا مقام ہوتا ہے

ایک کسان کی موت کا منظر:

سیالکوٹ کا واقعہ ہے کہ کسی راستے پر اڑنے والے سانپ نے ڈیرہ ڈال لیا۔ دراصل وہ سانپ اڑنے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ چھلانگ لگاتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ اڑ رہا ہے۔ وہ ایک جگہ سے چھلانگ لگا کر پندرہ بیس فٹ تک دور چلا جاتا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً ۱۲ انچ ہوتی ہے اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ اس سانپ نے راستے پر ایسا ڈیرہ ڈالا کہ لوگ پریشان ہو گئے۔ اس نے ایک آدمی کو ڈسا تو وہ مر گیا، دوسرے کو ڈسا تو وہ بھی مر گیا۔ لوگوں نے اس راستے سے آنا جانا ہی چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس راستے کی بجائے اور متبادل راستہ بنا لیا۔

ایک دفعہ ایک اجنبی بھکاری اسی راستے پر جا نکلا۔ اس نے اس سانپ کو دیکھا تو سمجھا کہ سانپ کا بچہ سو رہا ہے، لہٰذا اس نے اپنی چھڑی اس کی دم پر لگائی۔ سانپ نے چھلانگ لگائی اور پندرہ بیس فٹ دور چلا گیا۔ اس نے پھر سانپ کے قریب جا کر اس کی دم پر چھڑی لگائی۔ وہ پھر چھلانگ لگا کر دور چلا گیا۔ اس منظر کو دور سے ہل چلانے والے ایک آدمی نے دیکھا۔ وہ پریشان ہوا کہ کہیں سانپ اس بھکاری کو ڈس نہ لے۔ اس نے وہیں سے اس بھکاری کو آواز دی کہ اس راستے سے نہ گزرے۔ مگر اس نے بات تک نہ سنی۔ وہ تقریباً پندرہ بیس فٹ قریب تک آیا تاکہ وہ آواز سن کر راستہ چھوڑ دے۔ اسی اثناء میں اس سانپ نے کسان کی طرف

اس علاقے کا ایک فوجی چھٹی لے کر گھر آیا ہوا تھا۔ اس کو پتہ چلا تو وہ بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے کہا کہ لاؤ میں نشانہ لگانے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی اس کے بھائیوں کو کہہ دیا کہ بھئی! اگر یہ یہیں درخت پر رہے گا تو سانپ اس کو ڈس لے گا۔ میں تو اس کی جان بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر خدانخواستہ نشانہ خطا بھی ہو جائے تو میں بری الذمہ ہوں گا۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ پہلے تو وہ بھی سوچتا رہا کہ کس زاویے سے فائر کروں۔ جس جگہ وہ کھڑا تھا اس نے سوچا کہ اس سے ذرا پیچھے سے نشانہ ٹھیک لگے گا۔ کھیت میں پانی لگا ہوا تھا۔ اس نے بوٹ پہنے ہوئے تھے۔ جیسے ہی وہ کھیت میں داخل ہوا تو اسکا پاؤں کیچڑ میں دھنس گیا۔ اس نے جوتوں کو وہیں اتارا اور بالکل مخالف سمت میں جا کر اس نے ایسی مہارت کے ساتھ نشانہ باندھ کر گولی چلائی کہ سیدھی سانپ کے سر پر جا لگی۔ اس کا سر کٹ کر نیچے گر پڑا اور باقی جسم اس نوجوان کے جسم سے چھوٹ کر نیچے لڑھکنے لگا۔ یہ دیکھ کر سب لوگوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سب لوگ اس کے بھائیوں کو مبارکباد دینے لگے اور اس فوجی کو بھی اٹھا کر داد شجاعت دینے لگے۔

اللہ کی شان دیکھئے کہ اس سانپ کا سر کٹ کر فوجی کے جوتے میں آ پڑا۔ اس فوجی نے کسی سے کہا کہ میرا جوتا اٹھا کر لے آئے۔ وہ جوتا اٹھانے گیا تو اسے جوتا نہ ملا۔ وہ فوجی خود اپنا جوتا اٹھانے گیا۔ اس نے بے احتیاطی سے جوتوں میں پاؤں ڈال دیے۔ جیسے ہی اس نے جوتوں میں پاؤں ڈالے زہر اس کے پورے جسم میں سرایت کر گیا۔ وہ فوراً گر پڑا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اللہ اکبر

تھوڑی دیر پہلے جس نے کسی کی جان بچا کر داد شجاعت حاصل کی دوسرے ہی لمحے وہ خود اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو گیا۔

چھلانگ لگائی اور اس کے ہاتھ پر ڈس لیا۔ جیسے ہی اس نے ڈسا تو کسان وہیں گر کر فوت ہو گیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ میں اس بھکاری کی جان بچانے کی بجائے اپنی جان سے ہاتھ دھونے جا رہا ہوں۔

موت کے وقت رشتہ داروں کی کیفیت:

کئی بار دیکھنے میں آیا کہ انسان بہت زیادہ محنت اور محبت سے گھر بناتا ہے اور ابھی اس گھر کے اندر آئے ہوئے چند ہی دن گزرتے ہیں کہ اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اب سب رشتہ دار اس کے گھر جمع ہو جاتے ہیں اور یہ چارپائی پر لیٹا ہوتا ہے۔ باپ آگے بڑھ کر کہتا ہے، بیٹے! تمہیں کیا ہوا ہے؟ مجھے بتاؤ تو سہی میں ابھی ڈاکٹروں کو بلواتا ہوں۔ مگر بیٹا باپ کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا۔ پھر بہن آگے بڑھ کر کہتی ہے، میرے ویر تجھے کیا ہوا؟ مجھے بتا کہ تمہیں کہیں درد تو نہیں۔ مگر وہ اپنی بہن کا جواب نہیں دیتا۔ بیٹی آگے بڑھ کر ابا جان! ابا جان! کہتی ہے۔ رو کر کہہ رہی ہوتی ہے، ابا جان مجھے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں۔ آپ میرے سر کا سایہ تھے جو اٹھ رہے ہیں۔ میرے سر پر شفقت کا ہاتھ کون پھیرا کرے گا؟ مگر باپ اس کی بات کا جواب نہیں دیتا۔ بالآخر بوڑھی ماں آگے بڑھتی ہے۔ کہتی ہے میرے نور نظر! میرے لخت جگر! تمہیں کیا ہوا؟ مجھے بتا تو سہی میں تیری ماں ہوں۔ میں ابھی ڈاکٹر کو بلواتی ہوں، ہم تمہیں ایسی دوائی دیں گے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ مگر بیٹا خاموش پڑا رہتا ہے۔ جب ماں دیکھتی ہے کہ اب کوئی جواب نہیں آ رہا تو اپنے بوڑھے ہاتھوں کے ساتھ اپنے بیٹے کی آنکھوں کو بند کر رہی ہوتی ہے۔ اس ماں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ جس بیٹے کو اس نے معصومیت کے حال میں گود میں پالا تھا۔ کتنی محبت سے اس کو دیکھا کرتی تھی۔ جب عین شباب میں

جائے گا تو وہ بوڑھی ماں کی آنکھوں کے سامنے رخصت ہو رہا ہوگا اور ماں اس کی آنکھوں کو بند کر رہی ہوگی۔ جی ہاں دنیا کا دستور ہی ایسا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد سامنے آتا ہے فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ سب کھڑے ہوتے ہیں اور جانے والا جا رہا ہوتا ہے۔

اگر رشتہ دار مرنے والے سے اس طرح جان نثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک بھلا اور بھی کریں اور سورۃ یٰسین بھی پڑھ دیں تو اس میت کی آگے کی منزلیں آسان ہو جائیں گی۔ ابن عماد نے روایت کیا ہے کہ جس مسلمان کے پاس موت کے وقت سورۃ یٰسین پڑھی جائے گی ہر ہر حرف کے مقابلے میں دس دس ہزار فرشتے اتر کر سامنے صف باندھے کھڑے ہوں گے، اس کیلئے دعائے رحمت و استغفار کریں گے اور اس کے غسل و کفن دفن میں شریک ہوں گے۔ سنت یہ ہے کہ مرنے والے کی آنکھیں بند کرتے وقت پڑھیں بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

ابھی تھوڑی ہی دیر گزرتی ہے کہ سب کہنے لگ جاتے ہیں کہ میت کو جلدی جلدی نہلا دو۔ تھوڑی دیر پہلے کوئی اسے باپ کہہ رہا تھا، کسی نے اسے بھائی کہا، کسی نے اسے خاوند کہا، کسی نے اسے بیٹا کہا، اب کیا ہوا؟ سب نے میت کہنا شروع کر دیا، کیوں؟ یہ وہی چھ فٹ کا نوجوان ہے مگر یہ جسم تو ایک مکان ہے، مکین اس میں سے رخصت ہو گیا، اب اس مکان کو بھی ڈھانے کی تیاری کرنی ہے۔ سب جلدی جلدی کرنے کو کہہ رہے ہیں۔ کوئی ان سے جا کر پوچھے تو سہی دارے یہ مکان اس نے کتنی محبت سے بنوایا تھا، کتنی دیر مستری کے پاس کھڑا سوچتا رہتا

تھا، کہتا تھا کہ میں اپنی پسند کی ٹائلیں ڈلواؤں گا، میں اپنی پسند کا پتھر لگواؤں گا۔ میں اس کا باتھ روم ایسا بنواؤں گا، میں ڈرائنگ روم کو ایسے سجاؤں گا۔ ارے! اس نے تو اس مکان کو بنانے میں اتنے جتن کئے تم کچھ عرصہ کیلئے اسے اس مکان میں رہنے دیتے۔ وہ کہتے ہیں، نہیں اس کا اصلی انسان تو چلا گیا، اب یہ نقلی انسان ہے۔ اس کی منزل کوئی اور ہے۔ اس کو اس کے اصلی گھر پہنچا کر آئیں گے۔

پھر اس کو غسل دیا جاتا ہے تاکہ اپنے محبوب حقیقی سے ملنے کیلئے تیار ہو جائے۔ مگر افسوس کہ اس وقت غسل دینے والے اپنی موت سے غافل ہوتے ہیں۔ اے روتی آنکھوں سے میت کو غسل دینے والے غافل! یاد رکھ کہ فرشتے بھی ملک الموت سے اس طرح گھبراتے ہیں جس طرح لوگ پھاڑ کھانے والے درندے سے گھبراتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازے پر مجمع لگا ہوا ہوتا ہے۔ کوئی ان لوگوں سے پوچھے تو سہی کیوں آئے ہو؟ کہتے ہیں جی ہم اس کو لینے آئے ہیں۔ بھئی! کیوں لینے آئے ہو؟ جی ہم اسے قبر تک پہنچا کر آئیں گے۔ ارے کیا تم اس کے دشمن ہو؟ کہتے ہیں نہیں ہم اس کے دوست ہیں، ہم اس کے بھائی ہیں، ہم اس کے رشتہ دار ہیں۔ قبرستان لے جاتے ہیں۔ وہاں جا کر جنازہ پڑھتے ہیں۔ اب بھائی بھائی کو قبر میں اتار رہا ہے۔ شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو زیادہ قریبی ہو وہی قبر میں اتارے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ بیٹے کی لاش باپ اپنے ہاتھوں میں لے کر قبر میں اتار رہا ہوتا ہے۔ وہ باپ جو اپنے بیٹے کے جسم پر میلا کپڑا دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا، آج اپنے بیٹے کو ہاتھوں میں لے کر زمین کے اوپر اس طرح رکھ دیتا ہے کہ سر کے نیچے کوئی سرہانہ بھی نہیں ہوتا، گدا یا تکیہ نہیں، قالین نہیں ہوتا، اس کیلئے بجلی کا کوئی کنکشن نہیں، کوئی ایئر کنڈیشنر نہیں۔ بس ویسے ہی زمین پر لٹا دیتے ہیں۔ جب

میت کو قبر کے اندر رکھ دیتے ہیں تو باہر نکل کر لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیتے ہیں۔ پھر سب مٹی ڈالنا شروع کر دیتے ہیں۔ بھائی بھائی کی قبر پر مٹی ڈال رہا ہوتا ہے' دوست دوست کی قبر پر مٹی ڈال رہا ہوتا ہے' نوجوان بیٹے کی قبر پر اس کا باپ مٹی ڈال کر کہہ رہا ہوتا ہے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْــرٰى منوں مٹی کے اندر دبا رہے ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن ایک شخص اس وجہ سے بخش دیا جائے گا کہ اس نے کسی مومن کی قبر پر ایک مٹھی مٹی کی ڈالی ہو گی۔ مٹی کے اندر دبا کر کہتے ہیں۔

لے او یار حوالے رب دے

اس کو اللہ کے حوالے کر کے آتے ہیں۔ ارے دوست! جب ایک ایسا وقت آئے گا کہ تجھے تیرے عزیز و اقارب اللہ کے حوالے کر کے آئیں گے، پھر تو اپنے آپ کو آج ہی اللہ کے حوالے کیوں نہیں کر دیتا؟ آج وقت ہے، اگر اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دو گے تو پھر تمہاری قدر دانی کی جائے گی۔ اس لئے تو آج ہی اپنے دل میں عہد کر لے کہ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ کہ اے اللہ! میں نے ساری دنیا سے اپنے تعلقات کو توڑا اور ایک تجھ سے اپنا تعلق جوڑا' اب میں تیرے حکموں کے مطابق زندگی گزاروں گا۔ جب اس حال میں پروردگار کے سامنے پیش ہو گا تو وہ تیری مہمان نوازی کرے گا۔ اور اگر تو نیکوکاری کی زندگی نہیں اپنائے گا تو پھر یاد رکھنا کہ پروردگار کے سامنے تو پہنچنا ہی ہے۔ وہاں تیری گت بنائی جائے گی۔

موت کو سمجھے ہے ناداں اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی صبح دوام زندگی

اللہ کا ایک نرالا قانون:

دنیا کا قانون ہے کہ کسی مجرم کو پکڑوانا ہو تو حکومت پولیس بھیجا کرتی ہے۔ واہ اللہ! تیرے قانون بھی نرالے ہیں کہ تیرا کوئی مجرم ہو اور تو نے اسے پکڑنا ہو تو اس کے رشتہ داروں اور دوستوں کو بھیج دیتا ہے اور یوں مجرم کو گرفتار کر لیا جاتا ہے۔

نیک آدمی کی اللہ کے ہاں قدردانی:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نیک آدمی کی موت واقع ہو جاتی ہے تو آسمان کے وہ دروازے روتے ہیں جہاں سے اس کے لیے رزق اتارا جاتا تھا۔ زمین کے وہ ٹکڑے روتے ہیں جہاں بیٹھ کر نیکی اور عبادت کیا کرتا تھا۔ اس کی موت کی وجہ سے فرشتوں کو حکم کیا جاتا ہے کہ یہ میرا نیک بندہ تھا اس کا جنازہ اٹھایا جائے گا۔ جس راستے سے جنازہ گزرے گا تم اس راستے کے دونوں طرف استقبال کیلئے کھڑے ہو جاؤ، میرے عاشق کا جنازہ خوب اعزاز واکرام کے ساتھ گذرے۔ سبحان اللہ کتنی عجیب بات ہے کہ گھر سے لیکر قبر تک دونوں طرف فرشتے استقبال کر رہے ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت سعد ؓ کے جنازے میں شرکت کیلئے اتنے فرشتے اترے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام پنجوں کے بل چل رہے تھے کسی نے پوچھا 'اے اللہ کے نبی ﷺ! یہ کیا؟ فرمایا 'اتنے فرشتے آسمان سے اتر آئے ہیں کہ مجھے پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی۔ نیک لوگوں کے جنازے اتنی شان سے اٹھتے ہیں۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

آپ ؓ کی وفات پر اللہ تعالی کا عرش بھی رو دیا۔ مگر ضغطہ قبر آپ کو بھی پیش آیا۔

میت پر نوحہ کرنے پر وعید:

اکثر عورتیں میت پر بین کر کے روتی ہیں، اس کو نوحہ کہتے ہیں۔ اس نوحہ کرنے پر بہت زیادہ وعید نازل ہوئی ہے۔ جو عورتیں میت پر نوحہ کرتی ہیں روز محشر ان کی دو قطاریں، آمنے سامنے بنا دی جائیں گی وہ پچاس ہزار سال تک کتوں کی طرح بھونکتی رہیں گی۔

جنازہ دیکھ کر دعا پڑھنے پر اجر:

حضرت انس ؓ نے روایت کیا ہے کہ جو شخص جنازہ دیکھ کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَقَ اللّٰهُ هٰذَا مَا وَعَدَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا وَّ تَسْلِيْمًا (کہ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سچا ہے، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وعدہ ہے۔ اے اللہ! ہمارے ایمان اور تسلیم کو اور بڑھا دے)۔ پڑھے تو پڑھنے کے روز سے لیکر قیامت تک روزانہ اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی جایا کریں گی۔

جب امام مالک ؒ کی وفات ہوئی تو بعد میں کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے مجھے ایک کلمہ کی وجہ سے بخش دیا ہے۔ اس نے پوچھا، حضرت! وہ کلمہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ کلمہ ہے جس کو جنازہ دیکھنے کے وقت حضرت عثمان ؓ پڑھا کرتے تھے۔ وہ کلمہ یہ ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ٥

جنازہ پڑھنے والوں کی بخشش:

نیک آدمی کا جنازہ پڑھنے والے لوگوں کو اللہ تعالی اس آدمی کی برکت سے

بخش دیا کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ جب کسی جنتی کا انتقال ہوتا ہے تو جتنے لوگ اس کا جنازہ اٹھاتے ہیں یا اس کے ساتھ جاتے ہیں یا اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں ان سب کو عذاب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو حیا آتی ہے۔

دفن کرنے کے بعد:

نبی اکرم ﷺ جب میت کو دفناتے تو دعا کرتے کہ اے اللہ! اسے شیطان (قبر) اور سوال جواب کے وقت ثابت قدم فرما۔ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ میرے دفن کے بعد سرہانے کی طرف سورۃ فاتحہ اور پائنتی کی طرف سورۃ بقرہ کی آخری آیات پڑھی جائیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ جب میں مروں تو دفن کے بعد تھوڑی دیر قبر پر ٹھہرے رہنا تاکہ مجھے منکر نکیر کے سوال و جواب میں مانوسیت رہے۔ تو معلوم ہوا کہ دفن کرنے کے بعد دفن کرنے والے اگر قبر کے پاس رہ کر تھوڑی دیر کے لئے ذکر وغیرہ کرتے رہیں تو وہ میت کے لیے آسانی کا باعث بن جاتا ہے۔

قبر میں اکرام:

جب اس نیک بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں سے فرماتے ہیں، اے میرے فرشتو! میرا یہ بندہ تھکا ماندہ آیا ہے لہذا اس سے کہو کہ نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ یعنی تو دلہن کی نیند سو جا۔ سبحان اللہ یہ ایسے الفاظ ہیں کہ ان کو سن کر انسان کی ساری تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔

ایک عجیب نکتہ:

اب یہاں پر محدثین نے ایک عجیب نکتہ لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ کیوں نہ

کہا کہ جیسی نیند سو جاؤ بلکہ یہ کہا کہ تو دلہن کی نیند سو جا۔ اس میں بھی ایک حکمت ہے کہ دلہن جب سوتی ہے۔ تو اس کو وہی جگاتا ہے جو اس کا محبوب ہوتا ہے۔ یہ مومن آج قبر میں سو رہا ہے اور جب روز محشر ہوگا تو اس کو بھی وہی جگائے گا جو اس کا محبوب ہوگا۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب مومن بندہ قیامت کے دن اٹھے گا تو یہ اپنے رب کو دیکھ کر مسکرائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ کر مسکرائیں گے اور ایک طرف سے آواز آ رہی ہوگی يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً ○ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي ○

موت کے بعد ہے بیدار دلوں کو آرام
نیند بھر کر وہی سویا جو کہ جاگا ہوگا

آیت إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے معارف:

عزیز و اقارب کی موت کا صدمہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم جیسے کمزور آدمی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس پر شریعت نے ہمیں ایک آیت سکھائی ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ یہ ایک ایسی آیت ہے جو صرف اس امت کو عطا کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کسی امت میں یہ مضمون نہیں اتارا گیا۔ یہ دو جملے ہیں مگر ان میں ایک اصولی راز ہے۔ وہ یہ کہ پہلے جملے کے الفاظ ہیں إِنَّا لِلّٰهِ یعنی ہم اللہ کے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا مالک اللہ ہے۔ اب دیکھیں کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ ہمارا خالق اللہ ہے حالانکہ وہ خالق بھی ہے یہ آیت پڑھ کر ہم گویا کہ اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ ہی ہمارا مالک ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اگر ہم اپنے گھر میں فرنیچر لائیں تو ہمیں اختیار ہوتا ہے کہ جب تک چاہیں ایک کمرے میں سجائیں اور جب جی چاہے اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں سجالیں

......کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے فرنیچر کو اٹھا کر ادھر کیوں رکھ دیا ہے، تم نے تو بڑا ظلم کیا ہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت نے انسان کو بنایا، وہ اس کا مالک ہے اور وہ جب چاہتا ہے بندے کو اس دنیا میں سجاتا ہے اور جب چاہتا ہے اٹھا کر اگلے جہان میں پہنچا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کو جوانی میں موت آتی ہے تو کوئی نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کو ترس نہیں آیا بلکہ سب کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی ایسے ہی تھی۔ چنانچہ اللہ رب العزت کے اختیار میں ہے کہ کسی کو لڑکپن میں موت دے یا کسی کو بچپن ہی میں اپنے پاس بلا لے۔ تو یہ آیت کا پہلا حصہ ہوا۔ اس طرح اس بات کی تو سمجھ آ گئی کہ ہم اللہ کے ہیں اور وہ مالک ہے تو اس کو اختیار ہے جو کچھ وہ کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے، مگر کسی قریبی عزیز کی موت سے صدمہ تو دل میں ہوتا ہے، انسان کو پوری تسلی تو نہیں ہوتی اس لئے دوسرے حصے میں یہ بات بھی ارشاد فرمادی، وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم نے اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اب اس میں راز یہ ہے کہ جو انسان چلا گیا اب اس سے ملاقات کی دو صورتیں ممکن ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ یہاں آئے اور دوسری یہ کہ ہم وہاں چلے جائیں۔ اب اس کا یہاں آنا تو محال ہے کیونکہ جو ایک دفعہ دنیا سے چلا گیا وہ لوٹ کر دنیا میں نہیں آئے گا لہذا یہ تو امکان ہی ختم ہو گیا! اب دوسری صورت باقی رہ گئی کہ جہاں وہ چلا گیا ہم بھی وہاں چلے جائیں تو ہماری ملاقات ہو سکتی ہے۔ چنانچہ دوسرے فقرے میں یہ بات سمجھا دی گئی کہ تمہاری جدائی عارضی ہے۔ تم اس سے پریشان نہ ہو، اگر وہ دنیا سے چلا گیا ہے تو عنقریب ایک وقت آئے گا کہ تمہیں بھی دنیا سے جانا ہوگا، پس آخرت میں تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ لہذا وہ پڑھیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس میں ان کے لیے تسلی ہے کہ اگر والد صاحب چلے گئے تو ہم

بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہیں گے یہ جدائیاں ہمیشہ کی نہیں ہیں۔ ہم اگر نیکی کی زندگی گزاریں گے تو ہم بھی اسی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ جہاں ہمارے والد چلے گئے۔

ایک مثال سے وضاحت:

یہ بات ایک مثال سے اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی۔ فرض کریں کہ دو آدمیوں نے سعودی عرب جانا ہے۔ ایک کی فلائٹ پہلے ہے اور دوسرے کی فلائٹ دو چار دن بعد ہے تو بھلا کیا دوسرا آدمی پہلے کو جہاز پر سوار کراتے ہوئے روئے گا؟ نہیں، اس لئے کہ اس کو یقین ہے کہ آج یہ جا رہا ہے اور دو چار دن بعد میری فلائٹ ہے، جہاں یہ پہنچے گا میں بھی وہیں پہنچوں گا۔ اسی طرح اگر ہمارے بھی دل میں موت کا استحضار ہو اور پکا یقین ہو تو موت کے وقت اتنا غم نہیں ہو گا۔ دل کہے گا، جی ہاں اس کی فلائٹ پہلے آ گئی، وہ جا رہا ہے۔ جہاں منزل اس کی ہے فلائٹ تو میری بھی وہیں جاتی ہے، چند دن بعد وہ بھی جانے والی ہے۔ پھر انسان کے لیے یہ جدائی والا دکھ جھیلنا آسان ہو جاتا ہے۔

بیٹے کی وفات پر بیت الحمد کی تعمیر:

جب کسی ماں کی گود سے خوبصورت بچے کی روح قبض کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت عزرائیلؑ سے پوچھتے ہیں هَلْ قَبَضْتَ ثَمَرَةَ فُؤَادِ عَبْدِیْ مَاقَالَ الْعَبْدُ کیا تو نے میرے بندے کے دل کا پھل چھینا ہے؟ اس بندے نے اس کے بدلے میں کیا کہا ہے؟ حضرت عزرائیلؑ کہتے ہیں حَمِدَكَ وَاسْتَرْجَعَ اس نے تیری تعریف کی ہے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کہ میرے اس بندے کیلئے بیت الحمد تیار کر دیا جائے۔

انسان کے تین بھائی:

انسان کی موت سے پہلے اس کے تین بھائی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک بھائی اس کے مرتے ہی اس کی جان چھوڑ دیتا ہے۔ وہ انسان کا مال ہے۔ دوسرا بھائی اس کے عزیز رشتہ دار ہیں جو اسے قبر تک چھوڑ آتے ہیں اور تیسرا بھائی جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس کے ساتھ رہے گا، جنت میں ہوگا یا دوزخ میں ہوگا وہ اس کے ساتھ رہے گا۔ وہ انسان کے اعمال ہیں۔ اگر نیک اعمال ہوئے تو جنت میں جائے گا اور اگر برے اعمال ہوئے تو پھر جہنم اس کا مقدر بنے گی۔

افسوس کی ایک جائز صورت:

کسی رشتہ دار یا دوست کی موت پر ہم روئیں گے تو جانے والے کو کیا فائدہ ہوگا۔ عقلمند انسان کسی کے مرنے کے پہلے دن وہی کچھ کرتا ہے جو عام انسان تیسرے دن کرتے ہیں۔ مرنے کے تیسرے دن لوگ کیا کرتے ہیں؟ صبر کرتے ہیں یا نہیں کرتے؟ اگر اس کے مرنے کے تیسرے دن ہی ہم نے صبر کرنا ہے تو پھر مرنے کے بعد پہلے دن ہی صبر کیوں نہیں کر لیتے؟ یہ سمجھانے کی بات ہے۔ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ مرنے والے پر دکھ اور افسوس ہوتا ہے۔ مگر اس کے مرنے کا نہیں، کیونکہ ہر بندے کو موت تو آنی ہی ہے۔ آج وہ تشریف لے گئے کل بعد والوں نے جانا ہے۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

افسوس تو اصل میں اس بات پر ہوتا ہے کہ یہ مرنے والا نیک بندہ تھا، ہم اس کی خدمت نہ کر سکے۔ ہم نے خدمت کر کے جو اجر کمانا تھا ہم اس سے محروم ہو گئے۔ ہم انکی دعاؤں سے محروم ہو گئے۔ ہمیں اس کی دعاؤں سے جو حصہ ملا کرتا تھا وہ حصہ ملنا بند ہو گیا۔

ملک الموت کا میت کے گھر والوں سے خطاب:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ملک الموت جب کسی کی روح قبض کرتا ہے اور گھر والے رونا شروع کر دیتے ہیں تو ملک الموت ایک کونے میں کھڑا ہو کر کہتا ہے تم اس کی موت پر رو رہے ہو۔ ابھی تو مجھے اس گھر میں بار بار آنا ہے۔ جب تک ایک آدمی بھی اس گھر میں باقی ہے میں آؤں گا اور ہر ایک کو یہاں سے لے کر جاؤں گا۔ اگر ہم اس آواز کو سن لیں تو اس میت پر رونا بھول جائیں اور اپنی فکر میں لگ جائیں۔

اَلَا یَا سَاکِنَ الْقَصْرِ الْعُلٰی
سَتُدْفَنُ عَنْقَرِیْبٍ فِی التُّرَابِ
لَہٗ مَلَکٌ یُنَادِیْ کُلَّ یَوْمٍ
وَلِدُوْا لِلْمَوْتِ وَ ابْنُوْا لِلْخَرَابِ

خبردار اے عالیشان محلات کے رہنے والے۔ تم عنقریب مٹی میں دفن کیے جاؤ گے۔ اسے ایک فرشتہ روزانہ پکارتا ہے کہ تم پیدا ہوتے ہو مرنے کیلئے اور مکان بناتے ہو گرنے کیلئے۔

جنت یا دوزخ ...... دنیاوی زندگی کا نتیجہ:

میرے دوستو! جس کی زندگی محمود اس کی موت بھی محمود جس کی زندگی مذموم اس کی موت بھی مذموم۔ کیوں؟ اس لئے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ یعنی تم جس حال میں زندگی گزارو گے تمہیں اسی حال میں موت آئے گی۔ فسق وفجور پر زندگی گزاریں گے تو فسق وفجور پر موت آئے گی۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ جنتی اور دوزخی اسی دنیا میں بنتے ہیں اور اگلے جہان جاکر دونوں میں فرق کر دیا جائے گا۔ دونوں کے راستے الگ الگ کر دیئے جائیں گے۔ وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ اے مجرمو! آج کے دن میرے نیک بندوں سے تم جدا ہو جاؤ۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے دو نوجوان، ایک ہی ماں کے دو بیٹے، ایک مؤمن ہوگا اور دوسرا ایمان میں شک رکھتا ہوگا، کافر ہوگا، قیامت کے دن دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا۔ اسی لئے قرآن نے یوم محشر کو یَوْمُ التَّغَابُنِ کہا ہے یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ لِیَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ وہ ایسا دن ہوگا کہ پروردگار عالم سب انسانوں کو جمع کریں گے۔ وہ فیصلے کا دن ہوگا۔ اے انسان! اس دن تو یا تو زندگی کی بازی جیت جائے گا یا زندگی کی بازی ہار جائے گا۔ مگر آج انسان ایسا غافل بن جاتا ہے کہ آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے بھلا ایک پرندہ کسی بلی کو آتا دیکھے اور اپنی آنکھوں کو بند کر لے تو کیا وہ بلی سے بچ جائے گا؟ نہیں، بلکہ اس کی آنکھ اس وقت کھلے گی جب بلی اس کی گردن دبوچے گی۔ اسی طرح اگر ہم موت کو بھول جائیں گے تو ہماری آنکھ اس وقت کھلے گی جب ملک الموت آکر گردن دبوچے گا۔

نیک آدمی کا نامہ اعمال:

قیامت کے دن جب نیک آدمی کے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا تو وہ خوش ہو کر اسے پڑھے گا اور دوسروں سے کہے گا ھَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ کہ تم بھی میرے نامہ اعمال کو پڑھو اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَہْ دنیا میں میرا ہر وقت یہی گمان رہتا تھا یہی سوچ رہتی تھی کہ مجھے اپنے پروردگار سے جاکر ملنا ہے اور اپنے عملوں کا حساب دینا ہے۔ ایسا آدمی خوش نصیب ہوگا۔

بُرے آدمی کا نامہ اعمال:

اور جس نے دنیا میں فسق وفجور پر زندگی گزاری تو قیامت کے دن جب فرشتوں کے ہاتھ سے نامہ اعمال پائے گا تو پریشان ہوگا۔ وَوُضِعَ الْکِتٰبُ جب نامہ اعمال پیش کر دیا جائے گا فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ تو دیکھے گا کہ جو نامہ اعمال میں لکھا ہے مجرم لوگ اس کو دیکھ کر پریشان ہوں گے۔ ایسے لوگ کیا کہیں گے؟ وَیَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ ہائے ہماری بدبختی یہ کیسی کتاب ہے لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا کَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰھَا کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں جو اس میں درج نہ کر دیا گیا ہو وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا جو دنیا میں کیا ہوگا ہر چھوٹا بڑا کام اس میں دیکھیں گے وَلَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا تیرا رب تو کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

نیکیوں کا باغ:

یہ پکی بات ہے کہ جو انسان سیب کا پودا لگائے اس پر کیکر کے کانٹے نہیں لگا کرتے اور جو کیکر کا درخت لگائے اس پر سیب کبھی نہیں لگا کرتے۔ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ

اَلْآخِرَۃ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے۔ آج آپ کا جی چاہے تو نمازیں پڑھ کر کھیتی لگا لیجئے، تلاوت کر کے کھیتی لگا لیجئے، سچ بول کر کھیتی لگا لیجئے یہ آپ کیلئے نیکیوں کا باغ لگ رہا ہوگا، کسی عورت نے اپنے پردے کا خیال رکھا اس نے نیکی کا باغ لگایا، کسی نے تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی گزاری، کسی نے شریعت وسنت کی پوری پابندی کی یہ سب نیکیوں کے پھول لگ رہے ہوتے ہیں اور قیامت کے دن یہی نیکیاں پھولوں کا ایک گلدستہ بنا کر گویا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔ نیک آدمی یہی تمنا کرتے رہتے ہیں۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول میں نے کچھ چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

جنت کی نعمتیں:

اللہ رب العزت نے اپنے ان نیک بندوں کے لئے جنت کو سجایا ہوا ہے۔ فرمایا کہ اس کے اندر ایسی نعمتیں ہیں کہ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ کسی آنکھ نے اس کو دیکھا نہیں وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ کسی کان نے اس کے بارے میں سنا نہیں وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ اور کسی بشر کے دل پر اس کا گمان بھی نہیں گزرا۔ گویا وہ جنت ایسی ہے جو ہماری سوچ اور گمان سے بھی بڑی اور بلند وبالا ہے۔ ہم اس کی حیثیت کو سمجھ بھی نہیں سکتے۔ یہ اللہ والوں کے لئے رب کریم کی طرف سے ایک مہمان گاہ بنائی گئی ہے۔ دنیا میں جتنے لوگ نیک اعمال کریں گے اگر ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا تو وہ سب کے سب اللہ رب العزت کے فضل سے جنت میں جائیں گے۔

فرشتوں کی طرف سے مبارکباد:

جب روز محشر اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے اعمال کو پذیرائی بخشیں گے اور ان

عملوں کو شرف قبولیت عطا فرمائیں گے تو ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہے گا کہ ہم جس کے لئے ساری زندگی مجاہدہ کرتے رہے، محنت کرتے رہے آج ہمیں اس محنت کا پھل مل گیا۔ جنت میں فرشتے بھی ان کو مبارکباد دیں گے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ جب جنتیوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو اس وقت وَالْمَلٰئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْہِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ فرشتے ہر دروازے سے ان کی طرف نکل آئیں گے اور ان سے کہیں گے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ تم پر سلامتی ہو تم نے صبر کیا فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ اور یہ آخرت کا کتنا اچھا گھر تمہیں اس کے مقابلے میں ملا۔

غافل انسان کی پریشانیوں میں اضافہ:

اگر دنیا کے اندر غفلت کی زندگی گزاری، انسان اپنی من مانی کرتا رہا، جی چاہا تو نماز پڑھ لی، ذرا کوئی بہانہ ملا تو نماز قضا ہوگئی، ذرا سا بہانہ ملا تو اعمال چھوٹ گئے، ذرا سا موقع ملا تو سنت پر عمل کرنے کی بجائے رسموں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اگر اس قسم کی غفلت کی زندگی بسر کی ہوگی تو پھر انسان قبر میں بھی پریشان ہوگا حشر میں بھی پریشان ہوگا اور آگے ہر منزل پر پریشان ہوگا۔ آنے والی ہر منزل اس کی پریشانی میں اضافہ کرتی چلی جائے گی۔ لہٰذا آج کی زندگی کا وقت بہت اہم ہے۔

زندگی کی قدر:

نیک لوگ اس زندگی کے وقت کو یوں سمجھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ میں ہیرے اور موتی دیئے ہوئے ہیں اور ان ہیروں اور موتیوں کو ہم نے بڑی احتیاط کے ساتھ خرچ کرنا ہے۔ وہ اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے، وہ فضول باتیں

نہیں کرتے، وہ اِدھر اُدھر کی غیبت کرتے اور سنتے نہیں، وہ کسی کو ایذا نہیں پہنچاتے، وہ اپنی زبان، دل، دماغ، آنکھوں اور کانوں کو گناہ سے بچاتے ہیں، ان کو اللہ کی یاد سے فرصت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہر وقت ان کے پیش نظر رہتا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى جو کوئی بھی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ ایمان والا ہو فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً تو ان کو اللہ تعالیٰ پاکیزہ زندگی عطا فرمائیں گے۔ یہ اللہ رب العزت کی رحمتیں ہیں کہ وہ اپنے نیک بندوں کو ایسی زندگی عطا فرما دیتے ہیں کہ ان کو دنیا میں بھی عزتیں ملتی ہیں اور آخرت میں بھی عزت افزائی کی جائیگی۔

پانچ چیزوں کی قدر:

اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَ غِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ لو اور ان کی قدر کرلو یہ نہ ہو کہ وہ نعمتیں چھن جائیں اور پھر ہاتھ ملتے پڑیں۔ جوانی کی قدر کرو بڑھاپے سے پہلے، صحت کی قدر کرو بیماری سے پہلے خوشحالی کی قدر کرو تنگدستی سے پہلے، زندگی کی قدر کرو موت سے پہلے اور فراغت کی قدر کرو مشغولیت سے پہلے۔

میرے دوستو! یہ سو فیصد سچی بات ہے کہ جو ان پانچ نعمتوں کی قدر ان کی موجودگی میں نہیں کرتا تو پھر اسے اس کے مقابل کی پانچ آفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے آج سے ہی یہ ارادہ کرلیں کہ ان پانچ نعمتوں کو اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کیلئے استعمال کرنا ہے۔ اور یاد رکھیں کہ جو آدمی ان پانچ نعمتوں کو

اللہ رب العزت کی رضا کیلئے استعمال کرتا ہے وہ حقیقی معنوں میں عقل مند ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ جاہل کی زندگی اور عاقل کی موت پر دنیا آنسو بہاتی ہے۔

روز محشر کس کی بادشاہی ہوگی؟

میرے دوستو! آج تو ہم اپنی مرضی کی زندگی گزار رہے ہیں، نیکی کی باتیں ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پروا نہیں کرتے، مگر یہ نہیں دیکھتے کہ ہم اپنے پروردگار کو اپنی بداعمالیوں سے ناراض کر رہے ہوتے ہیں۔ بالآخر ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔ روز محشر تو بادشاہ اور فقیر ایک ہوں گے۔ کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَطْوِى اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَاْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ، اَيْنَ الْجَبَّارُوْنَ اَيْنَ الْمُتَكَبِّرُوْنَ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو لپیٹ دیں گے۔ پھر ان کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ کر فرمائیں گے کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟

یہ سن کر صحابہ کرامؓ کی کیا حالت ہوئی، کہتے ہیں

ذَرَفَتْ مِنْهُ الْعُيُوْنُ وَ وَجِلَتْ مِنْهُ الْقُلُوْبُ

(اس سے ان کی آنکھیں بہہ پڑیں اور ان کے دل ڈر گئے)

روزِ محشر کس کی بادشاہی ہوگی

ایک روایت میں آیا ہے کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ ایک نوجوان کو کھڑا فرمائیں گے اس کی نیکیاں اور گناہ کبیرہ برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: اے میرے بندے! تیرے پاس اگر ایک نیکی اور ہوتی تو ہم اپنی رحمت سے تجھے جنت میں بھیج دیتے۔ وہ نوجوان کہے گا یا اللہ! مجھے اجازت دے دیں میں اپنے عزیز و اقارب سے ایک نیکی لے کر آتا ہوں۔ اسے اجازت دے دی جائے گی۔ اس نوجوان کے دل میں اپنے رشتہ داروں کے بارے میں بڑا مان ہوگا۔ وہ سوچے گا کہ میرے رشتہ دار دنیا میں میری ہر مصیبت میں کام آتے تھے اور میں ان کے کام آتا تھا وہ ضرور مجھے ایک نیکی دے دیں گے۔

بھائی سے مایوسی:

چنانچہ وہ سب سے پہلے اپنے بھائی کے پاس جائے گا اور اس سے کہے گا، میرے بھائی! ہم دنیا میں اکٹھے رہتے تھے۔ ہماری خوشی ایک تھی، ہماری غمی ایک تھی، ہم ایک دوسرے کے دست و بازو بن کر رہتے تھے۔ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو میں پوری کر دیتا تھا اور مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو آپ پوری کر دیتے تھے۔ آج مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے آپ مجھے ایک نیکی دے دیں۔ مگر بھائی کہے گا، جناب! آج کے دن میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا کیونکہ کیا معلوم کہ میری نیکیاں کم رہ جائیں اور مجھے پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ وہ بھائی سے مایوس ہو کر باپ کے پاس آئے گا۔

باپ سے مایوسی:

یہ نوجوان اپنے ابو کے پاس جا کر کہے گا، ابو جان! میں آپ کا بیٹا ہوں، آپ کا نورِ نظر ہوں، آپ کا لختِ جگر ہوں۔ مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے آپ مجھے عطا کر دیجئے۔ مگر باپ نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ وہ بار بار کہے گا، ابو جان! دنیا میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو میں آپ ہی کے پاس آتا تھا۔ ابو! آپ میرے سر کا سایہ تھے، آپ ہی میرا سہارا تھے، مجھے نقصان ہوتا تھا تو میں آپ کے سامنے ہی آ کر دل کھول دیتا تھا اور آپ میری ہر ممکن مدد کرتے تھے، آپ تو مجھے دنیا میں تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ بیٹا! میں تیرے ساتھ ہوں۔ ابو! آج بھی مشکل گھڑی مجھ پر آ پہنچی ہے، آپ مجھے صرف ایک نیکی دے دیں۔ مگر باپ بھی نیکی دینے سے انکار کر دے گا۔ اس سے بیٹے کی مایوسی اور بڑھ جائے گی۔

بہن سے مایوسی:

پھر وہ اپنی بہن کے پاس جائے گا۔ کہے گا میری بہن! میں تیرا بھائی ہوں، تو دنیا میں مجھے اپنا ویر کہتی تھی۔ تو کہتی تھی کہ اے میرے ویر! میں تیرے لئے سب کچھ قربان کر دوں گی۔ تو مجھ پر واری واری جاتی تھی۔ میں تیرا وہی بھائی ہوں۔ میرے پاس ایک نیکی کی کمی ہے۔ آپ کے پاس نیکیاں بہت زیادہ ہیں، مجھے ایک نیکی دے دیں۔ مگر بہن بھی نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔

بیوی سے مایوسی:

وہ نوجوان اپنی بیوی کے پاس جائے گا۔ اس کے دل میں بڑا یقین ہوگا کہ بیوی تو ضرور نیکی دے دے گی۔ یہ بڑی نیکیاں کرتی تھی، نمازیں پڑھتی تھی، میں

سستی کر جایا کرتا تھا۔ وہ بیوی سے جا کر کہے گا، دیکھو! میں نے دنیا میں تمہاری چاہتوں کو پورا کیا، تمہارا ذرا سا اشارہ ہوتا تھا تو میں اپنا مال خرچ کر دیتا تھا، جو کپڑا چاہتی تھی میں نے سلوا کر دیا، جو گھر چاہتی تھی میں نے خرید کر دیا۔ جیسے سجانا چاہتی تھی میں نے سجا کر دیا۔ میں دنیا میں تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتا تھا۔ تمہاری خوشی کو اپنی خوشی سمجھتا تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے دکھ سکھ کے ساتھی تھے۔ آج ایسا وقت ہے کہ آپکے پاس نیکیاں زیادہ ہیں میرے پاس ایک نیکی کی کمی ہے لہذا تو مجھے ایک نیکی دے دے۔ جب وہ نیکی مانگے گا تو بیوی بھی ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔

ماں سے مایوسی:

پھر اس کے دل میں پکا یقین ہوگا کہ ایک ہستی ایسی ہے جو دنیا میں بھی میرے لئے رحیم و کریم تھی۔ میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنی ماں کے پاس آ کر کہے گا۔ امی جان! میں آپ کا بیٹا ہوں، آپ کا نور نظر ہوں، آپ کا لخت جگر ہوں مجھے ایک نیکی کی ضرورت ہے اگر نہ ملی تو مجھے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ امی! مجھے ایک نیکی دے دیں مگر ماں اس کو ایک نیکی دینے سے انکار کر دے گی۔ یہ روئے گا، چیخے گا، چلائے گا اور کہے گا امی جان! آج آپ کا بیٹا آپ کے سامنے فریادی بن کر کھڑا ہے، آپ کے سامنے دامن پھیلائے کھڑا ہے، آپ سے ایک نیکی کی بھیک مانگ رہا ہے۔ امی! اپنے بیٹے پر ترس کھایئے، اپنے بیٹے پر رحم کیجئے اپنے بیٹے کا خیال کیجئے۔ امی! دنیا میں تو آپ مجھے دھوپ میں کھڑا نہیں ہونے دیتی تھیں۔ آج میں جہنم میں ڈال دیا جاؤں گا، آپ مجھے ایک نیکی دے دیجئے۔ مگر امی پھر بھی نیکی نہیں دے گی اور انجان بن کر انکار کر دے گی۔

پھر پچھتائے گا:

جب امی بھی انکار کر دے گی تو اس کو بڑا دکھ ہوگا اور غم کی وجہ سے اپنی انگلیوں کو چبانا شروع کر دے گا اور چباتے چباتے اپنے بازو کو کہنیوں تک چبا دے گا۔ اور کہے گا اے کاش! مجھے پتہ ہوتا کہ آخرت میں ان میں سے کوئی میرے کام نہیں آئے گا۔ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا اے کاش! میں رسول کے راستے پر چلا ہوتا۔ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا اے کاش! میری بدبختی میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ وہ پریشان ہوگا مگر اس کو اس وقت کوئی نیکی دینے والا نہ ہوگا کیونکہ رب کریم نے دنیا ہی میں پیغام بھیج دیا تھا فرمایا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَ اُمِّہٖ وَ اَبِیْہِ وَ صَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیْہِ وہ ایسا دن ہوگا کہ نہ بھائی کام آئے گا نہ ماں کام آئے گی نہ باپ کام آئے گا نہ بیوی کام آئے گی اور نہ ہی اولاد کام آئے گی۔

جہنم سے خلاصی کا نیا حربہ:

قرآن کہتا ہے کہ انسان کی اپنی حالت اس دن یہ ہوگی کہ کاش! میرے بدلے ساری دنیا کے انسانوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے اور مجھے بچا لیا جائے۔ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْہِ وَ صَاحِبَتِہٖ وَ اَخِیْہِ وَ فَصِیْلَتِہِ الَّتِیْ تُؤْوِیْہِ ○ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْہِ۔ دنیا میں جتنے انسان ہیں ان سب کو جہنم میں ڈال دے اور مجھے بچا دے مگر کلا ہرگز نہیں، رب کریم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی کسی دوسرے کا بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔ آج جو گناہوں کی گٹھڑیاں اکٹھی کر رہے ہیں، وہ اپنے سر پر خود اٹھائی پڑیں گے۔ اے انسان! آج تو تیری یہ حالت ہے کہ ایک مٹی کی بالٹی

اپنے سر پر نہیں اٹھا سکتا مگر پہاڑوں جیسے وزنی گناہوں کو تو نے سر پر اٹھایا ہوا ہے۔ اگر اسی طرح اپنے گناہوں کو لے کر دنیا سے چلے گئے تو آخرت میں وہ حشر ہوگا کہ ایسا حشر کسی نے دیکھا نہیں۔ پروردگار عالم فرماتے ہیں إِنِّي أُعَذِّبُهُ پھر میں ایسا عذاب دوں گا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ کہ جہان والوں میں سے کوئی ایسا عذاب دے نہیں سکتا۔

جہنم میں بھوک اور پیاس کا علاج:

جہنم میں ایک آدمی بھوک کی وجہ سے فرشتوں سے کہے گا کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے دیں۔ فرشتہ اس کو لے کر انگاروں کے ایک پہاڑ پر چڑھ جائے گا اور چوٹی پر سے اسے دھکا دے دے گا۔ وہ انگاروں پر گرتا ہوا نیچے آئے گا۔ زخم اس کو تکلیف دے رہے ہوں گے، جسم جل رہا ہوگا یہاں تک کہ نیچے وادی تک آ کر گرے گا۔ نیچے اٹھ کر کھڑا ہوگا، جسم میں تکلیف ہوگی، درد ہوگا، بھوک ہوگی، پیاس ہوگی اور وہ فرشتے سے فریاد کرے گا کہ مجھے کچھ تو کھانے کے لئے دے دو۔ تو فرشتہ زقوم کا ایک پودا لے کر آئے گا جس میں کانٹے ہوں گے' کڑواہٹ ہوگی۔ وہ اسے کھانے کے لئے دے گا اسے اتنی بھوک لگ رہی ہوگی کہ وہ اسے کھانا شروع کر دے گا۔ حتیٰ کہ اس کا زہر اس کی کڑواہٹ اس کے کانٹے اس کے پورے جسم میں پھیل جائیں گے' تکلیف اور زیادہ ہو جائے گی۔ وہ منت سماجت کرے گا کہ مجھے پانی لا کر دو۔ فرشتہ ایک پیالہ لے کر آئے گا جس میں ابلتی ہوئی کوئی چیز ہوگی۔ وہ پانی نہیں ہوگا کچھ اور ہوگا۔ قرآن سے پوچھئے کہ جہنمیوں کو کیا پلائیں گے' قرآن کہہ رہا ہے وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ جہنم میں جہنمیوں کے زخموں سے جو خون گرے گا اور پیپ گرے گی اللہ تعالیٰ اس کو جمع کروا دیں گے اور

جب پینے کے لئے کوئی چیز مانگے گا تو فرشتے خون اور پیپ کا پیالہ بھر کر لائیں گے اور اس کو پینے کیلئے دیں گے مگر اس آدمی کو پیاس اتنی ہوگی کہ پیالے کو منہ سے لگا کر پینا شروع کر دے گا۔ اے مشروبات پینے والو! اے دنیا کے ذائقہ دار پانی پینے والو! اے دنیا کی اچھی غذائیں کھانے والو! سوچو تو سہی کہ اگر جہنم میں چلے گئے تو وہاں کیا کھاؤ گے کیا پیو گے؟ آج تو پیپ کسی جگہ پر پڑی ہو تو انسان سے بو سونگھی نہیں جاتی اور وہاں پیپ پینی پڑ جائے گی۔ وہ آدمی وہی پیپ پیتا رہے گا۔ وہ اتنی گرم ہوگی کہ اس کی آنتیں کٹ جائیں گی اور بالآخر جسم سے باہر نکل جائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے ٹھیک کر دیں گے۔ پھر اس کو دوبارہ بھوک لگے گی پھر فرشتہ اس کو انگاروں کے پہاڑ پر لے جائے گا۔ یہی منظر ہمیشہ ہمیشہ چلتا رہے گا۔

جہنمیوں کی آوازیں کتوں جیسی:

ایک روایت میں آیا ہے کہ جہنمی جہنم میں ایک ہزار سال تک روتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کی آوازیں کتوں کے بھونکنے جیسی آوازیں بن جائیں گی۔ مگر اللہ رب العزت کو پھر بھی ترس نہیں آئے گا۔ اے دوست! آج تیری آنکھ کا ایک آنسو اللہ کی رحمت کو کھینچ سکتا ہے جو دو آنسو بہائے گا تو اللہ تعالیٰ تیرے گناہوں کو دھو کر رکھ دیں گے۔ اگر آج اس دنیا میں نہیں روئے گا تو پھر جہنم میں ہزاروں سال رو رو کر بھونکنے والے کتوں جیسی آواز بن جائے گی مگر اللہ تعالیٰ کو پھر بھی رحم نہیں آئے گا۔

جہنم کی ایک غار کا منظر:

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے لکھا ہے کہ جہنم میں کچھ غار بنے ہوئے ہیں جن میں

بچھو ہوں گے۔ ایک آدمی کو فرشتہ پکڑ کر اس بچھوؤں والی غار میں لے جائے گا۔ وہ اس غار کا دروازہ کھول کر اس آدمی کو اندر دھکیل دے گا اور دروازے کو بند کر دے گا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ بچھو اس آدمی کے جسم پر ایسے چڑھ دوڑیں گے جس طرح شہد کے چھتے پر شہد کی مکھیاں بیٹھی ہوتی ہیں۔ اتنے بچھو ایک وقت میں اس کے جسم پر کاٹیں گے۔ یہ روئے گا، چلائے گا، فریادیں کرے گا۔ مگر وہاں تو کوئی فریاد سننے والا نہیں ہوگا، کوئی آنے والا نہیں ہوگا، اکیلا ہوگا۔ آج تو ایک مکھی کاٹتی ہے تو اتنا واویلا کرنا شروع کر دیا جاتا ہے کل اتنے بچھو کاٹیں گے مگر اس وقت یہ ہزاروں سال تک تکلیف برداشت کرنی پڑ جائے گی۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج تو انسان معمولی لذتوں کی خاطر، معمولی آسائشوں کی خاطر، معمولی نفس پرستی کی خاطر آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کو گلے لگا لے تو پھر اس سے زیادہ بدبختی اور شقاوت کیا ہو سکتی ہے۔

فرشتوں کے ساتھ جہنمیوں کی گفتگو:

قرآن پاک میں آتا ہے کہ جہنمی کہیں گے کہ اے اللہ! ہمیں موت دے دے۔ وہ پریشان ہو کر یہ مطالبہ کریں گے مگر ان کو کہا جائے گا لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا تم ایک موت نہ مانگو کئی موتیں مانگو مگر آج تمہیں موت نہیں آئے گی۔ تم اسی طرح جہنم کے اندر اللہ رب العزت کی ناراضگی میں رہو گے اور تمہیں اسی طرح سزا دی جائے گی کہ دنیا میں تم نے بات ہی نہیں سنی تھی۔ فرشتے بھی حیران ہو کر پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا جو تمہیں جہنم کی باتیں کھول کھول کر سناتا اور جہنم سے ڈراتا۔ وہ کہیں گے کہ

موت کی تیاری

ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا مگر ہم نے اس کو جھٹلا دیا، ہم نے کہا کہ تو جھوٹا ہے، ایسے ہی باتیں بناتا ہے۔ ہم آخرت میں جائیں گے تو دیکھی جائے گی۔ اور وہ یہ کہیں گے اگر ہم ان باتوں کو توجہ سے سنتے اور ہمارے پاس عقل ہوتی تو پھر ہم جہنم والوں میں سے نہ ہوتے۔

جہنمیوں کی دو نشانیاں:

معلوم ہوا کہ جہنمیوں کی دو خاص نشانیاں قرآن بتا رہا ہے کہ وہ ہدایت کی بات توجہ سے نہیں سنتے اور اگر سن بھی لیتے ہیں تو پھر سوچتے نہیں کہ ہمیں عمل کرنا ہے۔ اس بات کو دماغ میں جگہ نہیں دیتے۔ قرآن کے یہ دو الفاظ بڑے اہم ہیں لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ اے کاش! کہ اگر ہم سنتے اور ہم اس پر دھیان دیتے تو ہم جہنم والوں میں سے نہ ہوتے۔ اب بتایئے کہ آج ہم ان نیکی کی باتوں کو سنتے تو ہیں مگر ان پر کتنا عمل کرتے ہیں۔ فقط سننے سے جان نہیں چھوٹے گی۔ سننا ایک عمل ہے اور اس کے بعد اس پر عمل کرنا دوسرا قدم ہے۔ اس لئے جو کچھ ہم سنیں اس پر عمل کریں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ تم جو کچھ سنو گے تم اس پر عمل کرو گے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا اے اللہ! ہم نے جو کچھ سنا ہم نے اس کی اطاعت کی۔

آخرت میں نیک اعمال کی اہمیت:

آج تو دو چار اچھے کپڑے پہن کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ شاید ہم دنیا کے اچھے اچھے لوگ ہیں کہ قیامت کے دن ہماری اچھی Personality (شخصیت) کو دیکھ کر ہمیں معاف کر دیا جائے گا۔ حالانکہ وہاں پر ظاہری شکل و صورت کو کوئی نہیں دیکھے گا۔ وہاں تو بڑے بڑے حسن والوں کی مٹی پلید ہو رہی ہوگی۔ کیا شکلت قبر تو

نہیں۔ دیکھئے کہ کیسے کیسے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہوتی ہے۔ وہاں پر تو سب برابر کر دیے جائیں گے۔ ہاں نیک اعمال ہونگے جو اللہ رب العزت کے حضور کام آئیں گے۔

حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ کا واقعہ:

حضرت مالک بن دینارؒ سے کسی نے ان کی توبہ کا واقعہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں ایک سپاہی تھا اور مجھے شراب کی عادت پڑی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ میں نے ایک باندی خریدی، وہ بہت حسین جمیل تھی، مجھے اس سے بہت محبت تھی۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ لڑکی مجھ سے بہت محبت کرتی اور میں بھی اسے بہت پیار دیتا تھا۔ جب وہ چلنے لگی تو اکثر میرے پاس ہی رہتی تھی۔ اس کی ایک عجیب سی عادت بن گئی کہ جب بھی شراب کا گلاس منہ سے لگانے لگتا تو وہ میرے ہاتھ سے چھین کر کپڑوں پر شراب گرا دیتی۔ میں اسے محبت کی وجہ سے ڈانٹتا نہیں تھا۔ جب وہ دو سال کی ہوگئی تو وہ فوت ہوگئی۔ اس پر مجھے سخت صدمہ ہوا۔

ایک مرتبہ ۱۵ شعبان کی رات تھی۔ میں شراب پی کر مست ہوگیا اتنا کہ نماز کا بھی ہوش نہ رہا۔ حتیٰ کہ اسی حال میں نیند آگئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ روز محشر برپا ہے۔ لوگ قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف جا رہے ہیں۔ میں بھی انہی لوگوں کے ساتھ جا رہا ہوں۔ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک کالے رنگ کا بڑا اژدھا میرے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ میں بہت خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا وہ بھی میرے پیچھے بھاگنے لگا۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ ایک نفیس لباس پہنے ہوئے ایک بوڑھے میاں میرے سامنے ہیں۔ سلام و جواب کے بعد میں نے ان سے کہا کہ خدا کے واسطے مجھے اس بلا سے بچا لیجئے۔ وہ

کہنے لگے کہ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں اس کو پکڑ سکوں۔ البتہ بھاگتے رہو ہو سکتا ہے کہ آگے چل کر تیری مدد کا کوئی سبب بن جائے۔ میں بھاگتا رہا آخر کار ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ جب اس ٹیلے پر چڑھا تو وہاں مجھے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ نظر آئی۔ اتنے خوفناک مناظر کے باوجود اژدھے کے خوف کی وجہ سے میں بھاگتا ہی چلا گیا۔ قریب تھا کہ میں جہنم میں جا گرتا کہ ایک آواز سنائی دی کہ پیچھے ہٹ تو جہنمی لوگوں میں سے نہیں۔

میں پیچھے کو دوڑا وہ سانپ بھی میرے پیچھے دوڑا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بوڑھے میاں پھر سامنے ہیں۔ میں نے انہیں پھر التجا کی کہ مجھے اس اژدھے سے بچائیں۔ بوڑھے میاں رونے لگے اور کہنے لگے کہ اس کے مقابلے میں میں بہت کمزور اور ناتواں ہوں۔ تو ایسا کر کہ سامنے والی دوسری پہاڑی پر چڑھ جا۔ وہاں پر مسلمانوں کی کچھ امانتیں ہیں ہوسکتا ہے کہ تیری بھی کوئی امانت وہاں موجود ہو جس کی مدد سے تو اس اژدھے سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ میں اس پہاڑی پر چڑھ گیا۔ وہ سانپ بھی میرے پیچھے پیچھے چلا آیا۔ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گول پہاڑ ہے، اس میں بہت سی کھڑکیاں ہیں جن پر پردے ہیں۔ ہر کھڑکی کے دونوں دروازے سونے کے ہیں جو یاقوت اور موتیوں سے مزین ہیں۔ ہر کواڑ پر ریشمی پردہ ہے۔ جب میں اوپر چڑھا تو فرشتے نے کہا کہ کواڑ کھول کر اور پردے اٹھا کر باہر نکل آؤ شاید تم میں سے کوئی امانت اس مصیبت زدہ شخص کی مدد کر سکے۔ جب کواڑ کھلے اور پردے اٹھے تو ان میں سے چمکتے چہروں والے بہت سے بچے نکلے۔ اس دوران اژدھا میرے بہت قریب آ گیا۔ بچے چیخنے لگے اور کہنے لگے کہ جلدی جلدی سب نکل آؤ۔ اس پر بہت سے بچے نکل آئے۔ اچانک میری نظر اپنی اس دو

سالہ بچی پر پڑی جو مرگئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر رونے لگی۔ اور اس نے کہا، خدا کی قسم! یہ تو میرے ابا ہیں۔ پھر وہ ایک نور کے ٹکڑے پر چڑھ گئی۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ سے مجھے سنبھالا دیا اور دایاں ہاتھ جیسے ہی سانپ کی طرف بڑھایا تو وہ سانپ پیچھے بھاگنے لگا۔ مجھے بٹھا کر وہ میری گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ پھیرنے لگی، اور کہنے لگی: اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ کیا ایمان والوں کیلئے اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ رب العزت کے ذکر کے لئے اور اس حق بات کے واسطے جو ان پر نازل ہوئی جھک جائیں۔

اس کی بات سن کر میں رونے لگا اور پوچھا کہ تم قرآن شریف کو جانتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ جب میں نے اس اژدھے کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ کے گناہ تھے جو آپ کو جہنم میں ڈالنے پر تلے ہوئے تھے۔ پھر میں نے سفید لباس والے بزرگ کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ آپ کی نیکیاں تھیں جو اتنی کمزور ہو گئیں کہ وہ اس سانپ کا مقابلہ نہ کر سکتی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ تم اس پہاڑ پر کیا کرتی ہو اس نے بتایا کہ ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں جو قیامت تک یہاں رہیں گے اور اس وقت ہم آپ کی سفارش کریں گے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اٹھنے کے بعد بھی اژدھے کی دہشت مجھ پر سوار تھی۔ میں نے اسی وقت اللہ رب العزت سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگی اور برے کاموں کو چھوڑ کر نیک کام کرنے لگا۔

احسان کا بدلہ:

دنیا میں انسان جو بھی عمل کرے گا وہ اس کے نامہ اعمال میں محفوظ رہے گا

چاہے اس کو بھول ہی کیوں نہ گیا ہو۔ اگر وہ کسی پر احسان کرے گا تو اسے یقیناً اس کا فائدہ ہوگا۔ قیامت کے دن جہنمی ایک صف میں کھڑے کئے جائیں گے۔ ان کے سامنے سے اللہ کے ایک ولی گزریں گے۔ اس صف میں سے ایک آدمی ان کے قریب آ کر کہے گا کہ آپ میرے لئے سفارش کر دیں۔ وہ پوچھیں گے، تو کون ہے؟ وہ جہنمی کہے گا، تو مجھے نہیں جانتا، میں نے دنیا میں تجھے فلاں وقت پانی پلایا تھا۔ وہ بزرگ اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ رب العزت کے حضور لے جائے گا اور عرض کرے گا، یا اللہ! اس کا مجھ پر فلاں احسان ہے لہذا اس کی مغفرت فرما دے۔ اللہ تعالیٰ اس بزرگ کی سفارش کو قبول کر کے اس کی مغفرت فرما دیں گے۔ سبحان اللہ

جہنمیوں کا لباس:

جہنمیوں کا لباس کیسا ہوگا؟ آپ ذرا سوچئے تو سہی کہ اگر ہم ایک گلی سے گزر رہے ہوں اور ایک کتا مرا پڑا ہو تو وہاں کتنی بدبو ہوتی ہے۔ گزرا نہیں جاتا۔ اگر گدھا مرا پڑا ہو تو پورے محلے میں بدبو پھیل جاتی ہے۔ ایک جانور کی لاش اگر گل سڑ جائے تو اتنی بدبو ہوتی ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ساری دنیا کے انسانوں، حیوانوں، چرندوں، پرندوں، مچھلیوں، حتی کہ ساری مخلوق کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے اور سب کو موت دے دی جائے اور ان کی لاشیں گل سڑ جائیں تو جتنی بدبو اس جگہ پر ہوگی۔ جہنمی کو جو کپڑے پہنائے جائیں گے ان کی بدبو اس سے بھی زیادہ ہوگی۔

اے دوست! تو آج اتنی خوشبوئیں استعمال کرتا ہے کبھی فرانس کی *Poison* کی خوشبو کبھی U.K. کی فلاں خوشبو۔ سوچ تو سہی کہ کل جہنم کے اندر ایسی پوشاک پہنا دیں گے جس میں سے اتنی بدبو آ رہی ہوگی۔ سوچئے تو سہی

کہ آگ کا مکان ہوگا، پریشانی ہی پریشانی ہوگی۔ اس لئے عقل مند کو چاہئے کہ آج ہی نصیحت حاصل کرلے۔

جہنمیوں کی پکار:

جہنمی جہنم کی تکلیفوں سے تنگ آکر کہیں گے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا اے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی غالب آگئی وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ہم تو بڑے ظالم تھے۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا اے ہمارے پرودگار! ہمیں جہنم سے نکال دے فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ اے اللہ! اگر ہم دوبارہ گناہ کرنے والے بنے تو ہم واقعی ظالم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا غصہ:

مگر اللہ تعالیٰ اتنا ناراض ہوگئے کہ فرمائیں گے قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ اے مردودو! دفع ہو جاؤ، میرے سامنے سے ہٹ جاؤ اور مجھ سے بات تک نہ کرو۔ دنیا میں کتنے تمہیں سمجھانے والے آئے، ایمان والوں نے تمہیں سیدھا راستہ دکھانا چاہا مگر تم ان کی بات سنتے ہی نہیں تھے۔ اگر ایک کان سے سنتے تھے تو دوسرے سے نکال دیتے تھے۔ وہ تمہیں دین کی طرف بلاتے تھے تم دور بھاگتے تھے۔ وہ تمہیں اسلام کی طرف بلاتے تھے تم کفری رسموں کی طرف بھاگتے تھے۔ تمہیں تو دھیان ہی نہیں آتا تھا۔ بلکہ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ تم تو ایمان والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ آج تمہیں احساس ہوگا کہ وہی لوگ دنیا میں سچے تھے۔

صدقہ کی برکات:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو بھی روکتا ہے اور

بری موت سے بھی حفاظت کا سبب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جہنم کی آگ سے بچو چاہے آدھی کھجور ہی سے کیوں نہ ہو۔ اور فرمایا گیا کہ صدقہ خطاؤں کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقہ کے سایہ میں ہوگا۔ یعنی جس قدر آدمی کے صدقہ کی مقدار زیادہ ہوگی اتنا ہی گہرا سایہ اس سخت دن میں ہوگا جس میں گرمی کی اتنی شدت ہوگی کہ منہ تک پسینہ آیا ہوا ہوگا۔ اس لئے جو آدمی یہ چاہے کہ روز محشر اللہ رب العزت کی ناراضگی اور جہنم کی آگ سے بچ جائے وہ کثرت سے صدقہ دیا کرے۔

قرآن مجید کی فریاد:

آج ہم سکول وکالج کی دوسری کتابیں تو پڑھ اور سمجھ لیتے ہیں مگر قرآن کو سمجھنے کیلئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ جب کہ قرآن خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ہم نے قرآن کو پڑھنے کے لئے آسان کر دیا ہے، ہے کوئی اسے پڑھنے اور سمجھنے والا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرآن کو قیامت کے دن ایک خوبصورت نوجوان کی شکل میں پیش کیا جائے گا اور قرآن جھگڑا کرے گا۔ کہے گا اے اللہ! آپ نے مجھے ان لوگوں کے پاس بھیجا تھا۔ میں ان کے گھر میں پڑا ہوتا تھا۔ گھر کا مالک سارا دن بیٹھ کر ٹی وی دیکھا کرتا تھا، اخبار جہاں پڑھتا تھا، اس کو انگلش ڈائجسٹ اور اردو ڈائجسٹ سے فرصت نہیں ہوتی تھی۔ میں ایک الماری میں پڑا ہوتا تھا۔ میرے اوپر گرد مٹی پڑی ہوتی تھی۔ یہ صفائی کرتے ہوئے میرے اوپر سے جھاڑ پھونک تو کر دیتا تھا مگر اس نے کبھی غلاف نہیں کھولا تھا، کبھی اس نے مجھے پڑھا

نہیں تھا۔ اس نے اتنا اچھی بن کر زندگی گزاری کہ میرے لئے فرصت نہیں تھی۔ اے اللہ میرا حق دلوا دے۔ اللہ رب العزت پوچھیں گے کہ تیرا حق کیا ہے؟ وہ کہے گا آج اس کو اس کے گناہوں کی سزا دی جائے۔ چنانچہ اس شخص کو اوندھے منہ جہنم کے اندر ڈال دیا جائے گا۔ سوچئے تو سہی کہ ہم قرآن کا حق پورا کرتے ہیں اور نہ ہی رحمان کا حق پورا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن ہمارا کیا بنے گا؟

اللہ تعالیٰ کی مہمان نوازی:

میرے دوستو! جو بندہ دنیا میں نیکوکاری کی زندگی گزارے گا اور پھر آخرت میں جا کر اپنے مدارج دیکھے گا تو اسے دنیا کی سب چیزیں بھول جائیں گی۔ اسے ایسی عزت ملے گی کہ اس کے بعد ذلت نہیں ہوگی۔ ایسی شاہی ملے گی جس کے بعد فقیری نہیں ہوگی۔ ایسی بلندی ملے گی جس کے بعد پستی نہیں ہوگی۔ ایسے پیار ملیں گے جن کے بعد غم نہیں ہوں گے۔ سبحان اللہ، یہی ہے کامیاب انسان جس نے دنیا کی زندگی میں چند دن تو مشکل میں کاٹ لئے۔ نمازیں پڑھ لیں، روزے رکھے، تلاوت کی، پردے میں وقت گزارا، نیکی تقویٰ اور پرہیزگاری میں وقت گزارا، شریعت کے مطابق زندگی کو ڈھالا اور اب اس کے لئے نیک جنتوں کے دروازے کھل گئے۔ سبحان اللہ! یہ مہمان بھی بنا تو کس کا؟ اپنے پروردگار کا۔ ارے! ہر میزبان اپنی شان کے مطابق میزبانی کرتا ہے۔ رب کریم نے مہمان نوازی کیلئے جنت کو سجا رکھا ہے سبحان اللہ۔

جب انسان کو اتنی نعمتیں مل جائیں گی تو وہ پھر دنیا میں لوٹ کر آنا پسند نہیں کرے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں مومن کی مثال پیٹ کے بچے کی مانند ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روتا ہے لیکن روشنی دیکھنے کے بعد رحم میں واپس

جانا پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح مومن موت سے گھبراتا ہے لیکن جب اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے تو پھر دنیا میں لوٹ کر آنا پسند نہیں کرتا۔

اللہ کی رحمت:

اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے مریدین و متوسلین کے سامنے سولہ سال تک اللہ رب العزت کی رحمت کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد ایک دن اپنے درس میں آپ نے عذاب کا تذکرہ شروع کر دیا۔ آپ کو فوراً الہام ہوا کہ اے عبدالقادر! کیا میری رحمت ختم ہو گئی ہے کہ تم نے میرے عذاب کا ذکر کرنا شروع کر دیا ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلیؓ کے پڑوسی نے اپنے بھتیجے کو موت کے قریب سخت ڈانٹا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے میری ماں کے سپرد کر دیتے تو وہ مجھے کہاں بھیجتی؟ انہوں نے کہا جنت میں۔ تو جوان کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ تو ماں سے ستر گنا زیادہ مہربان ہے۔

قیامت کے دن ایک نیک شخص کو جہنم میں پھینکنے کا حکم ہوگا۔ وہ اپنی نیکیاں ڈھونڈے گا۔ اسے فرمایا جائے گا کہ آج میں تمہیں اپنی رحمت سے اسی طرح مایوس کروں گا جس طرح تم دنیا میں لوگوں کو میری رحمت سے مایوس کرتے تھے۔

فکر معاش کے غم پر اجر:

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ انسانوں پر دن ادل بدل کر آتے رہتے ہیں۔ کبھی خوشحالی کے دن نصیب ہوتے ہیں اور کبھی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر خوشی کے دنوں میں انسان اللہ تعالیٰ

کی رضا کیلئے خوب خرچ کرے اور تنگدستی کے ایام میں صبر و ضبط سے کام لے تو اسے ان ہر دو صورتوں میں اجر ملے گا۔ انسان جب اپنی روزی کی تلاش کرتا ہے اور غمزدہ ہوتا ہے تو اس پر بھی اسے اجر و ثواب دیا جاتا ہے۔ یاد رکھیں کہ گناہوں میں سے بعض گناہوں کا کفارہ نماز روزے سے نہیں ہوگا بلکہ طلب معاش کے غم سے ہوگا۔

بلا حساب جنت میں داخلہ:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اے علیؓ! جو کوئی روزانہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

(اے اللہ! میری موت میں اور موت کے بعد کی حالت میں برکت دے)

تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا میں جو نعمتیں دی ہوں گی ان کا اس سے حساب نہ لیا جائے گا۔

عشاق کی موت

عشق الٰہی سے لبریز دلوں والے اہل اللہ جانتے ہیں کہ موت کے بعد وصال یار ہوگا لہٰذا وہ موت کی خبر سن کر خوش ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو کوئی آ کر بتاتا کہ فلاں آدمی فوت ہوگیا ہے تو فرماتے "الحمد للہ اس کی جان چھوٹ گئی۔" سبحان اللہ۔ اللہ والے جانتے ہیں کہ یہاں کا ایک ایک دن امتحان کا دن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موت کے وقت ان کی زبان سے نکلتا ہے فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃِ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔ سبحان اللہ! گویا وہ تو موت کے انتظار میں ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی

الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملا دیا کرتی ہے۔ یہ بات بھی ان کے پیش نظر رہتی ہے کہ اَلْمَوْتُ تُحْفَۃُ الْمُؤْمِنِ موت مومن کا تحفہ ہے۔ ان کے لئے موت خوشی کا دن ہوتا ہے۔ جی ہاں، ان کے لئے موت سلامتی کا دن ہوتا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (سلام ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن میں دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا)

انسانی زندگی میں تین دنوں کی اہمیت:

تین دن انسانی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں ایک وہ دن جس میں وہ دنیا میں آتا ہے۔ اللہ کرے کہ کوئی نیک بندہ پاس ہو جو گھٹی ڈال دے اور اذان و اقامت کہہ دے کیونکہ اس کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ دن جب اس دنیا سے جانا ہوتا ہے۔ وہ دن انسان کے لئے بڑی مصیبت کا دن ہوتا ہے۔ لیکن اگر نیکی پر زندگی گزاری ہوگی تو وہ دن اس کیلئے عید کا دن بن جائے گا۔ اور تیسرا وہ دن جب انسان اللہ رب العزت کے حضور کھڑا ہوگا۔

حضرت ممشاد دینوریؒ کا جنت سے انکار:

حضرت ممشاد دینوریؒ ایک بزرگ ہیں۔ ان کی وفات کا وقت قریب آیا۔ ایک آدمی پاس تھا وہ کہنے لگا، اے اللہ رب العزت! ممشاد کو جنت کی نعمتیں نصیب فرما دے۔ حضرتؒ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا۔ وہ کہنے لگا، حضرت! مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟ فرمایا، ہاں پچھلے تیس سال سے جنت میرے سامنے پیش کی جا رہی ہے مگر میں نے ایک لحہ بھی اللہ سے نظر ہٹا کر جنت کی طرف نہیں دیکھا تم

میرے لئے جنت کی دعائیں مانگتے ہو۔ جی ہاں، یہ وہ حضرات ہیں جنہیں ہر لمحہ اپنے پروردگار کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے۔

حضرت ابن فارضؒ کا جنت سے انکار:

حضرت ابن فارضؒ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ ایک عجیب کامل انسان تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو ان کے سامنے جنت پیش کی گئی انہوں نے جنت سے چہرہ موڑ کر دوسری طرف کر لیا۔ وہ ہماری طرح نہیں تھے بلکہ ان کی نظر اللہ کی ذات پر رہتی تھی۔ جب انہوں نے اپنی نگاہیں دوسری طرف کر لیں تو اس وقت انہوں نے عربی کا بڑا عجیب شعر پڑھا۔ غور کرنے والوں کیلئے اس میں بڑا لطف ہے۔

؎ اِنْ کَانَ مَنْزِلَتِیْ فِی الْحُبِّ عِنْدَکُمْ
مَا قَدْ رَأَیْتُ فَقَدْ ضَیَّعْتُ اَیَّامِیْ

کہ اے اللہ! میری ساری زندگی کا اجر تیرے نزدیک یہ ہے کہ تو مجھے جنت دے دے گا تو پھر میں نے کیا پایا۔ میں نے تو پھر اپنی زندگی تباہ کر لی۔ اے اللہ! مجھے ان نعمتوں کی نہیں بلکہ تیرے مشاہدے کی ضرورت ہے۔ مجھے تو اس پیغام کی ضرورت ہے کہ تیری طرف سے یہ انعام مل جائے کہ میرے بندے تیری گزری ہوئی زندگی پر میں راضی ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا منظر:

مؤمن موت سے نہیں ڈرتا بلکہ موت مومن سے ڈرتی ہے۔ ملک الموت حضرت سیدنا ابراہیمؑ کے پاس آئے۔ عرض کیا اے ابراہیم خلیل اللہ! آپ کو اللہ رب العزت نے یاد فرمایا ہے۔ پوچھا کیا مطلب؟ عرض کیا جی میں آپ کی روح

قبض کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا هَلْ رَأَیْتَ خَلِیْلًا یَقْبِضُ رُوْحَ خَلِیْلِهٖ کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست کی روح قبض کر رہا ہو؟ ملک الموت نے یہی بات اللہ رب العزت کے حضور پیش کر دی تو اللہ رب العزت نے اس کا جواب ارشاد فرمایا کہ جا کر ابراہیم خلیل اللہ سے کہہ دو هَلْ رَأَیْتَ خَلِیْلًا یَکْرَهُ لِقَاءَ خَلِیْلِهٖ کیا آپ نے کسی دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ملاقات سے انکار کر رہا ہو؟ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ سمجھ گئے کہ مجھے موت آئے گی تو اللہ رب العزت سے ملاقات نصیب ہو جائے گی۔ چنانچہ کہنے لگے ملک الموت! اِعْجَلْ عَجِّلْ جلدی جلدی کر میری روح کو قبض کر لے، مجھے اللہ سے واصل کر دے۔ سبحان اللہ۔

خوش نصیبوں کے شب و روز:

دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بہت مختصر سی ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام جنہوں نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔ پوری زندگی تو اس سے بھی زیادہ تھی۔ آپ کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو اللہ رب العزت نے پوچھا، اے میرے نبی! آپ نے اپنی زندگی کو کیسا پایا۔ عرض کیا، یا اللہ! یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک مکان ہے جس کے دو دروازے ہیں۔ میں ایک دروازے سے داخل ہوا ہوں اور دوسرے دروازے سے باہر نکل آیا ہوں۔ اس کے پیش نظر ہماری پچاس یا سو سال کی زندگی، یہ بھی لمحے دو لمحے کی بات نظر آئے گی۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس زندگی کے ہر ہر لمحے میں اللہ کو یاد کرتے ہیں ان کے اعضاء و جوارح اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ یہ لوگ تنگی بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ تنگی میں ناشکری کے الفاظ زبان پر نہیں لاتے

اور اگر ان کو فراوانی اور کشائش کے حالات نصیب ہو جائیں تو وہ اس پر مغرور اور متکبر نہیں ہوتے وہ اپنی اوقات کو جاننے والے ہوتے ہیں۔ اپنی زبان سے کوئی بڑا بول نہیں بولتے۔ ہر دم ان لوگوں کی کوشش مالک حقیقی جل شانہ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ یہ وہ اونچی شان والے لوگ ہیں جو اپنی رضا کو اللہ جل شانہ کی رضا میں گم کر چکے ہوتے ہیں جن کی اپنی پسند پسند نہیں ہوتی جن کا اپنا چاہنا چاہنا نہیں ہوتا۔ یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کی مکروہات طبعیہ مکروہات شرعیہ کے بالکل مطابق ہو جایا کرتی ہیں۔

سڑی ہوئی بدبودار دنیا سے نجات:

ایسے اللہ والوں کی موت ان کے لئے خوشیوں کا پیغام بن کر آتی ہے۔ وہ ملک الموت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ دنیا سے جان چھوٹ گئی۔ ایک بزرگ فوت ہوئے کچھ عرصہ کے بعد کسی کو خواب میں ملے۔ اس نے پوچھا حضرت! آگے کیا معاملہ پیش آیا؟ فرمایا تمہاری سڑی ہوئی بدبودار دنیا سے نجات مل گئی۔ جی ہاں! وہ اس لئے خوش ہوتے ہیں کہ وہ جس کے پاس جا رہے ہیں وہ ان دنیا والوں سے زیادہ بہتر ہے۔

ایک بزرگ کی موت کا عجیب وغریب منظر:

اگر ہم بھی محنت کریں گے تو موت کا دن غم کا نہیں بلکہ خوشی کا دن بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کو موت کا خوف ہی نہیں ہوتا۔ وہ موت کو تلوار کی طرح نہیں سمجھتے جو کہ سر پر لٹک رہی ہو بلکہ ان کو موت آرام سے آ جاتی ہے۔

حضرت خواجہ فریدالدین عطارؒ ایک بزرگ تھے۔ ان کی عطر کی دوکان تھی

چھوٹی چھوٹی شیشیوں میں عطر رکھا ہوا ہوتا تھا۔ ایک اللہ والا آیا۔ اس نے بڑی حیرانی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے نظریں اٹھائیں۔ یہ اس وقت نوجوان تھے زندگی میں عجیب شان کی، مستانی زندگی تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ بڑے میاں! کیا دیکھتے ہو؟ دیکھنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ اتنی شیشیوں میں تیری روح اٹکی ہوئی ہے، تجھے موت کیسے آئے گی؟ انہوں نے غصے میں کہا جیسے تجھے موت آئے گی۔ بڑے میاں نے کہا، اچھا مجھے تو پھر ایسے موت آئے گی۔ بڑے میاں وہیں لیٹ گئے، کپڑا اوپر کیا کلمہ پڑھا اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کے دل پر چوٹ لگی کہ او ہو! بڑے میاں نے موت کے لئے کتنی تیاری کی ہوئی تھی کہ اتنی آسانی سے چلے گئے، میں نے تو تیاری نہیں کی۔ چنانچہ انہوں نے پکی توبہ کی نیک بنے حتیٰ کہ تذکرۃ الاولیاء کے مصنف بن گئے۔ سبحان اللہ۔

مرنے کے لئے اچھی جگہ کی تلاش:

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے تھے۔ ایک آدمی آ کر کہنے لگا، یہاں کوئی ٹھنڈی اچھی جگہ ہے جہاں کوئی مر سکے؟ ہم نے کنویں کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس نے جا کر کنویں کے پانی سے غسل کیا نفل پڑھے اور سو گیا۔ کافی دیر کے بعد نماز کا وقت ہوا تو ہم بھی وہاں پہنچے۔ ہم نے وضو کیا اور سوچا کہ اس کو بھی جگا دیں۔ چنانچہ جب اس کو جگانے لگے تو دیکھا کہ وہ تو اللہ کو پیارا ہو چکا تھا۔

حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے انتقال کے قریب پوچھا کہ کچھ فرماتا ہے، کوئی خواہش ہو تو بتا دیں۔ فرمایا، صرف یہ خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے اس کی معرفت حاصل ہو جائے۔

شیخ ابو یعقوب سنوسیؒ کے پاس ان کا ایک مرید آیا اور کہنے لگا کہ میں کل ظہر

کے وقت مر جاؤں گا۔ جب دوسرا دن آیا تو وہ ظہر کے وقت مسجد حرام میں آیا طواف کیا تو تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔ ان کے پیر و مرشد نے اس کو غسل دیا اور دفن کر دیا۔ جب اس کو قبر میں رکھا گیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ شیخ نے پوچھا، کیا مرنے کے بعد بھی زندہ ہو؟ وہ کہنے لگا، ہاں میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر عاشق زندہ ہی رہتا ہے۔

امام غزالی کا قابل رشک سفر آخرت:

امام غزالی اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ مکاشفۃ القلوب اور احیاء العلوم انکی مشہور تصانیف ہیں۔ وہ ایک مرتبہ سوموار کے دن فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے لئے کفن منگایا۔ اس کو چوما، آنکھوں پر رکھا اور کہا کہ بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے بڑی خوشی سے حاضر ہوں۔ یہ کہہ کر قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئے اور فوراً جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ سبحان اللہ' جنہوں نے موت کی تیاری کی ہوتی ہے وہ یوں خوشی خوشی اپنے خالق و مالک کے حضور کے پیش ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

اذان کا احترام کرنے پر بخشش:

اللہ تعالیٰ کی رحمت بخشنے کے لئے بہانے ڈھونڈتی ہے۔ ایک جاہل عورت مرتے وقت کچھ بول رہی تھی۔ گھر والوں نے غور کیا تو محسوس ہوا کہ عربی زبان میں بات کر رہی ہے۔ وہ ایک مولوی صاحب کو بلا کر لائے۔ انہوں نے جب غور سے سنا تو وہ عورت کہہ رہی تھی "اِنَّ هٰذَيْنِ رَجُلَيْنِ يَقُوْلَانِ اُدْخُلِي الْجَنَّةَ" یہ دو آدمی مجھے کہہ رہے ہیں کہ جنت میں داخل ہو جا۔ مولوی صاحب نے یہ سنا تو بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے گھر والوں سے پوچھا کہ اس کا خاص عمل کیا تھا؟ سب گھر والوں نے بتایا کہ وہ بالکل

جاہل تھی مگر اذان کے وقت کام چھوڑ دیتی تھی۔ سبحان اللہ۔

تصدق اپنے خدا کے جاؤں کہ مجھ کو آتا ہے پیار اتنا
ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے یہ دم بدم عنایت

امام ابوایوب سلیمان کی مغفرت کیسے ہوئی؟

امام ابو ایوب سلیمان بن داؤد شاذ کوفی (متوفی ۲۳۴ھ) کا جب انتقال ہوا تو بعد میں کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اس نے پوچھا، کیا آپ کی مغفرت ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا، ہاں میری مغفرت ہوگئی ہے، پوچھا، اللہ کو آپ کا کونسا عمل پسند آیا جس کی وجہ سے آپ کی بخشش ہوگئی؟ آپ نے فرمایا، ایک دفعہ میں کتابیں لے کر جا رہا تھا، راستے میں بارش شروع ہوگئی، کوئی چھت بھی قریب نظر نہ آئی، چنانچہ میں نے کتابوں کے اوپر دوہرا ہو کر بارش اپنی کمر پر جھیل لی مگر کتابیں نہ بھیگنے دیں، اللہ تعالیٰ نے اسی عمل کی بناء پر مغفرت فرما دی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قبر میں فرشتوں کو جواب:

اللہ والوں کے ساتھ قبر میں عجیب معاملہ ہوتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے۔ اس نے پوچھا' حضرت! آگے کیا معاملہ بنا؟ حضرت نے فرمایا کہ جب میں پیش ہوا تو فرشتے آئے اور کہنے لگے، او بڈھے! تم کیا لائے ہو؟ میں نے کہا کہ جب کوئی شہنشاہ کے دربار میں آتا ہے تو یہ نہیں پوچھتے کہ تم کیا لے کر آئے ہو بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تم کیا لینے آئے ہو۔ فرشتے میرا جواب سن کر واپس چلے گئے۔

رابعہ بصریہ کا فرشتوں کو جواب:

رابعہ بصریہ اللہ کی نیک بندی تھیں۔ وفات کے بعد کسی کو خواب میں ملیں۔ پوچھا، اماں! آگے کیا بنا؟ کہنے لگیں، میرے پاس منکر نکیر آئے اور کہنے لگے مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ میں نے ان کو جواب دیا کہ اللہ رب العزت سے جا کر کہو، اے اللہ! تیری اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوق ہے اور تو مجھ بڑھیا کو نہیں بھولا، میرا تو تیرے سوا کوئی ہے ہی نہیں بھلا میں تجھے کیسے بھول جاؤں گی۔ اللہ اکبر

حضرت جنید بغدادیؒ کا فرشتوں کو جواب:

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کی وفات کے بعد انکو کسی نے خواب میں دیکھا، اس نے پوچھا، حضرت آگے کیا بنا؟ فرمایا منکر نکیر آئے اور کہنے لگے مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ میں نے کہا میرا رب وہی ہے جس نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ میرا یہ جواب سن کر وہ کہنے لگے کہ چلو چلو اس کو پہلے ہی سے سبق یاد ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا فرشتوں کو جواب:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ اپنی وفات کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے۔ اس نے کہا، حضرت! کیا بنا؟ فرمایا فرشتے میرے پاس آ کر کہنے لگے مَنْ رَّبُّکَ تیرا رب کون ہے؟ تو میں نے ان سے پوچھا "تم کہاں سے آئے ہو؟ کہنے لگے، ہم تو عرش الٰہی سے نیچے آئے ہیں۔ میں نے کہا تم عرش الٰہی سے اتنا فاصلہ طے کر کے نیچے آئے ہو اور اللہ کو نہیں بھولے، میں زمین کی سطح سے چند ہاتھ نیچے آیا ہوں تو کیا میں اللہ کو بھول جاؤں گا؟ سبحان اللہ

مدینہ منورہ میں مرنے کی تمنا:

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہو سکے تو مدینے میں آ کے مر جا۔ ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا مَنْ دُفِنَ فِیْ مَدِیْنَتِیْ فَھُوَ مِنْ جِوَارِیْ جو کوئی میرے مدینہ میں دفن ہوا وہ میرا ہمسایہ ہے۔ جب یہ فرامین رسول ﷺ اکابرین امت تک پہنچے تو ان کی زندگی کی سب سے بڑی تمنا یہ ہوتی تھی کہ دیار محبوب ﷺ میں موت آئے۔ حضرت عمرؓ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے "وَاجْعَلْ قَبْرِیْ فِیْ بَلَدِ حَبِیْبِکَ" "اے اللہ! میری قبر اپنے محبوب ﷺ کے شہر میں بنانا۔

حضرت امام مالکؒ نے ساری زندگی صرف ایک دفعہ حج کیا حالانکہ مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں خوف لگا رہتا تھا کہ کہیں مجھے مدینہ منورہ سے باہر موت نہ آ جائے۔ اس تمنا کے باوجود ادب اتنا تھا کہ سرزمین مدینہ میں بول و براز نہیں کرتے تھے۔ اس کے لئے وہ یوں کرتے تھے کہ مدینہ منورہ کی آخری حدود تک چلے جاتے اور رفع حاجت کیلئے اس طریقہ سے بیٹھتے کہ آپ خود تو مدینہ منورہ کی حدود میں بیٹھتے اور بول و براز مدینہ منورہ کی حدود سے باہر کرتے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ "اَلْمُجَاوَرَۃُ بِرَوْضَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالْمُدَارَسَۃُ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالدَّفْنُ فِیْ بَلْدَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ" روضہ رسول ﷺ کی مجاورت، حدیث نبوی ﷺ کی تدریس اور رسول اللہ ﷺ کے شہر میں دفن ہونا۔ سبحان اللہ محبت و ادب کا یہ حسین امتزاج بہت کم دیکھا گیا ہے۔

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے ایک مرتبہ سفر حج سے واپسی پر اپنے دل کی تمنا کو کاغذ پر یوں کھول کر رکھا:

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

مرنے کے بعد ثواب پہنچنے کی تین صورتیں:

میرے دوستو حدیث پاک میں آیا ہے " اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا ثَلَاثٌ " (جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین عملوں کے)۔ سبحان اللہ۔ بندہ فوت ہو جاتا ہے مگر اس کے نامہ اعمال کے تین کھاتے کھلے رہتے ہیں۔ ایک کھاتہ صَدَقَةٌ جَارِيَةٌ کا اگر اس نے دنیا میں کوئی ایسا کام کیا تھا جو صدقہ جاریہ تھا تو یہ کھاتہ کھلا رہے گا' اس کا ثواب اس کو پہنچتا رہے گا۔ دوسرا کھاتہ ایسا علم ہے کہ جس سے اس نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا ہو یعنی دوسروں کو نیکی کی طرف بلایا ہو۔ اور تیسرا "وَلَدٌ صَالِحٌ" یعنی نیک اولاد ہے پس ہمیں چاہئے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں تا کہ وہ نیک بن کر ہمارے لئے دنیوی شرافت اور اخروی نجات کا ذریعہ بنے۔

لمحہ فکریہ:

میرے دوستو اللہ کے نیک بندے اپنے انوارات و برکات سمیت تیزی سے اس دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں اور یہ جگہ ظلمات سے بھر رہی ہے شیاطین اس خلا کو پر کر رہے ہیں اور یوں لگتا ہے کہ یہ دنیا اپنے انجام کو پہنچنا چاہتی ہے آپ دیکھیں کہ جو بزرگ آج دنیا سے جا رہے ہیں بعد والوں میں ان جیسے کوئی نظر نہیں

آتے۔

آج وہ وقت ہے کہ جن اولیاء کے دلوں میں احد پہاڑ کے برابر ایمان ہے وہ بھی ڈرتے ہیں تھرتھراتے ہیں اور کانپتے ہیں کہ کہیں مرتد ہو کر موت نہ آ جائے اور ایک ہم جیسے غافل ہیں جن کے دلوں میں ذرہ برابر ایمان ہے کہ ہم اس کی حفاظت سے بھی غافل ہوئے بیٹھے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں سمجھ عطا فرمائے تا کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت آخری لمحہ تک کرنی ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ موت تو بہت بڑی مصیبت ہے مگر اس سے بھی بڑی مصیبت یہ ہے کہ موت سے غفلت کی جائے اور اس کیلئے عمل نہ کیا جائے۔

دل کی صفائی:

میرے دوستو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ زندگی اپنی بندگی کے لئے دی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جیسے دنیا کے کام کاج کے لئے کوشش کرتے ہیں اسی طرح آخرت کے لئے بھی کوشش کرلیں۔ آج کی نوجوان لڑکی صبح صبح اٹھتی ہے تو اسے فکر ہوتی ہے کہ مجھے ناشتہ تیار کرنا ہے پھر اپنے گھر میں Dusting (صفائی) کرتی ہے، مجھے یہاں وائپر لگانا ہے، مجھے فرنیچر کو صاف کرنا ہے، مجھے پردے دھونے ہیں، بیچاری دن کے کئی گھنٹے اسی قسم کے کاموں میں لگا دیتی ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ صفائی کیوں کر رہی ہو تو کہے گی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ کتنے گندے لوگ ہیں۔ لوگوں کی نظر میں اچھا بننے کے لئے ہم چار پانچ گھنٹے لگا دیتے ہیں۔ لیکن اگر پروردگار نے کہہ دیا کہ اے میرے بندے! تیرا دل بھی تو میرا گھر تھا تجھے اس کی صفائی کرنے کے لئے دس منٹ بھی نہ ملے۔ استغفار کرنے کیلئے تجھے چند منٹ ہی نہ ملے۔ میرے محبوب ﷺ پر درود بھیجنے کے لئے تجھے کچھ فرصت بھی نہ ملی۔ تجھے میرے سامنے سجدہ ریز ہونے کے لئے وقت ہی نہ ملا تو بتائیے کہ ہم اس وقت اللہ رب

العزت کو کیا جواب دیں گے۔

اللہ سے تعلق بنا کر رکھو:

ایک آدمی نے اگر کہیں مہمان جانا ہو اور ان کے ساتھ لڑائی کر لے۔ اور پھر وہاں مہمان کے طور پر جائے تو کیا وہ مہمان نوازی کریں گے؟ ارے دنیا میں مہمان نوازی نہیں ہوتی تو جس نے اللہ رب العزت سے بگاڑ لی اور پھر اللہ رب العزت کے حضور پیش ہو گیا تو پھر اس کا کیا بنے گا؟

جہنمی کا پسینہ:

حضرت ابوبکر صدیق فرماتے تھے کہ جس آدمی نے موت کی تیاری کئے بغیر اس دنیا سے آگے قدم اٹھایا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے مصیبتوں کے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ دنیا کے غم اور مصیبتیں آخرت کی پریشانیوں کے مقابلہ میں تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔ آج دیکھو، باہر نکلتے ہیں تو گرمی، گرمی، گرمی کرتے ہیں۔ گرمی کی کیا حیثیت ہے؟ اگر جہنمی کے پسینے کا ایک قطرہ مشرق میں رکھ دیا جائے اور آدمی مغرب میں کھڑا ہو تو اسے مغرب میں کھڑے ہوئے گرمی پہنچے گی جس کی وجہ سے دنیا ہی میں وہ آدمی پسینہ پسینہ ہو جائے گا۔ اگر پسینے کے قطرے میں اتنی گرمی ہے تو سوچئے کہ جو خود جہنم میں ہوگا اس کا کیا حال ہوگا۔

اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرنا:

انسان کو بالآخر اس فانی دنیا سے کوچ کر کے اللہ رب العزت کے حضور پیش ہونا ہے۔ کاش کہ یہ انسان اپنی زندگی میں کہتا کہ اے رب کریم! میری محبتوں کی انتہا تیرے لئے، میری چاہتیں تیرے لئے، میری

آرزوئیں تیرے لئے۔ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (اے اللہ! میری مالی عبادتیں، میری جانی عبادتیں، میرا جینا اور میرا مرنا سب تیرے لئے ہے)۔ کاش! ہم دنیا ہی میں یوں اپنے آپ کو سپرد کر دیتے پھر دیکھتے کہ ایک ایک عمل پر سونے کا بھاؤ لگایا جاتا۔

مری زندگی کا مقصد ترے دیں کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

خوش نصیب انسان:

خوش نصیب انسان وہی ہے جو موت کے وقت کامیاب ہو جائے۔ اور اگر موت کے وقت ناکامی ہوئی تو وہ حقیقت میں بہت ہی زیادہ ناکام انسان ہے۔ دنیا کی چاندنی چار دن کی ہے پھر اندھیری رات ہو تو سوچئے تو سہی کہ پھر کیا بنے گا

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

انسان کی قبر میں بے سروسامانی:

انسان کو دنیا میں تکلیفیں، بیماریاں، الجھنیں اور پریشانیاں آتی ہیں تو انسان یہی سوچ لیتا ہے کہ آخر یہ ایک نہ ایک دن کٹ جائیں گی لیکن اگر قبر میں انسان کے لئے مصیبتیں آ گئیں تو وہاں کیا بنے گا۔ قبر کے اندر تنہائی ہوگی کوئی سننے والا نہیں ہوگا۔ قبر کے اندر خاموشی ہوگی کوئی بات کرنے والا نہیں ہوگا۔ اے اچھے کپڑوں کے پہننے کی دلدادہ اور شوقین بہن! ذرا قبر کے لباس (کفن) کو یاد کر لے۔ اے محفلوں میں بیٹھ کر مسکراہٹیں دینے والی! ذرا موت کے وقت کی خاموشی کو بھی یاد کر

لے۔ اے دنیا کی لذتیں لینے والی! ذرا موت کی تکلیفوں کو بھی یاد کر لے۔ اے دنیا میں عالیشان مکان، اور خوبصورت کپڑوں میں زندگی گزارنے والی! ذرا قبر کی بے سروسامانی کو بھی دیکھ لے۔ آج دنیا میں تیری کوٹھی یا تیرا گھر ساز وسامان سے بھرا ہوتا ہے پھر بھی سوچتی ہے کہ ابھی میری ضرورتیں زیادہ ہیں اور سامان تھوڑا ہے مگر قبر میں تو تیرے پاس سامان بھی نہیں ہوگا۔ وہاں فقط نیکیاں کام آئیں گی۔

بے نمازی کو قبر میں سزا:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قبر میں ایک فرشتہ متعین کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ظہر کی نماز قضا کی ہوگی تو وہ فرشتہ اسے گرز سے مارے گا۔ حتیٰ کہ عصر کا وقت ہو جائے گا۔ اگر عصر کی نماز قضا کی ہوگی تو مغرب تک، اگر مغرب کی نماز قضا کی ہوگی تو عشاء تک، اور اگر عشاء کی نماز قضا کی تو صبح تک اور اگر صبح کی نماز قضا کی تو ظہر تک فرشتہ اس کو گرز سے مارے گا۔ اور جب وہ فرشتہ مارے گا تو میت قبر میں ستر ہاتھ تک زمین میں دھنس جائے گی۔ پھر نکلے گا اور فرشتہ پھر مارے گا۔ اسی طرح مار پڑ رہی ہوگی اس وقت چیخیں گے، چلائیں گے مگر کوئی بھی آواز سننے والا نہیں ہوگا۔ کوئی بہن پاس نہیں ہوگی، کوئی ماں پاس نہیں ہوگی۔ تیرے پاس کوئی اپنا نہیں ہوگا جسے تو غم سنا سکے گا، جسے دل کے دکھڑے بتا سکے گا۔ وہاں تو فرشتہ ہوگا۔ اسے اللہ تعالیٰ سے جو حکم ملے گا وہ اس کے مطابق کرتا چلا جائے گا۔

قبر میں اژدھا:

بعض لوگوں کے لئے قبر میں ایک اژدھے کو مسلط کر دیا جائے گا۔ وہ اژدھا کاٹتا رہے گا۔ دنیا میں اگر شہد کی مکھی کاٹ لے تو تکلیف سے کیا حال ہوتا ہے۔ اگر

قبر میں اس اژدھے نے کاٹنا شروع کر دیا تو قیامت تک وہ کاٹتا رہے گا۔

قبر کی گرمی:

اگر قبر کو جہنم کا گڑھا بنا دیا گیا تو وہاں کی تپش کا کیا معاملہ ہوگا۔ آج تو عورتیں اپنے چولہے کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتی ہیں تو کہتی ہیں کہ ہم سے گرمی میں نہیں بیٹھا جاتا۔ بھلا قبر کی گرمی کے لئے کیا کر چکی ہو؟ قبر کی گرمی کیلئے کیا بندوبست کیا ہے؟

جوان لڑکیوں کی غلط فہمی:

آج دنیا میں نمازیں پڑھنا مشکل، تلاوت کرنا مشکل، پردے کے ساتھ زندگی گزارنا مشکل، نیکوکاری میں زندگی گزارنا مشکل ہے۔ جب کسی لڑکی سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی بندی! دنیا کا علم تو حاصل کر لیا اب دین کا علم بھی حاصل کر لے تو جواب دیتی ہے، ابھی میری عمر ہی کیا ہے، میں کونسی اماں دادی بن گئی ہوں۔ گویا بچیوں کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ اماں دادی بن کر نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ کیا نہیں دیکھتی کہ دنیا میں جوان العمر لڑکیوں کو بھی موت آتی ہے اور وہ بھی قبر میں پہنچا دی جاتی ہیں۔ اگر آپ کو بھی اسی حال میں موت آگئی تو پھر سوچئے کہ پھر آگے جا کر کیا بنے گا۔

ہارون الرشیدؒ کے ہاں استاد کا مقام:

ہارون الرشیدؒ ایک نیک بادشاہ گزرا ہے۔ علماء کا بڑا قدردان تھا۔ اور چاہتا تھا کہ میری اولاد بھی نیک بنے۔ اس کے دو بیٹے مامون الرشید اور امین الرشید تھے۔ انہیں اس نے امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں بھیجا کہ ان کی دینی تعلیم و تربیت کریں تاکہ یہ دیندار بن جائیں۔ ہارون الرشیدؒ ایک مرتبہ مدرسہ میں گیا تو

کیا دیکھا کہ اس کا بیٹا اپنے استاد کو وضو کروا رہا تھا۔ وہ پانی ڈال رہا تھا اور استاد اپنے پاؤں دھو رہے تھے۔ بادشاہ خوش ہونے کی بجائے ناراض ہونے لگا اور امام ابو یوسفؒ سے کہنے لگا، حضرت! میں نے تو بھیجا تھا کہ آپ میرے ان بیٹوں کو ادب سکھاتے۔ آپ نے فرمایا، بھئی! ادب ہی تو سکھایا ہے کہ یہ شہزادہ ہونے کے باوجود میرے پاؤں دھلا رہا ہے۔ کہنے لگا، نہیں، مزہ تو تب آتا کہ جب یہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھو رہا ہوتا۔ غور کریں کہ وہ خود بادشاہ ہے اور اسے اپنی اولاد کو ادب سکھانے کا اتنا شوق ہے۔

ہارون الرشیدؒ اور اس کی بیوی کی سخاوت:

ہارون الرشیدؒ کے بارے میں ہی آتا ہے کہ وہ ایک سال حج کیا کرتا تھا اور دو سو علماء کو اپنے ساتھ اپنے خرچ پر لے کر جایا کرتا تھا۔ اور دوسرے سال جہاد کرتا تھا۔ اور جس سال جہاد کرتا اس سال چار سو علماء کو اپنے خرچ پر حج کے لئے بھیجا کرتا تھا کہ میں تو جہاد پر جا رہا ہوں، اس لئے دو سو کی بجائے چار سو آدمیوں کو حج کے لئے بھیجا کرتا تھا۔ اس کی بیوی زبیدہ خاتون بھی ایک نیک عورت تھی جس نے نہر زبیدہ بنوائی۔ دونوں نیک تھے مگر چونکہ وقت کا بادشاہ تھا اس لئے اس کو دنیا کی بہت زیادہ مصروفیات تھیں۔

ہارون الرشیدؒ کے بیٹے کی قابل رشک زندگی:

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ ہارون الرشید کا ایک بیٹا تھا۔ اسے اللہ والوں کی صحبت مل گئی تھی اور اسے یہ سمجھ لگ گئی تھی کہ واقعی مجھے دنیا میں اپنے پروردگار کو راضی کرنا ہے اور سب سے پہلے موت کی تیاری کرنی ہے۔ اس لئے وہ ہر وقت

نیکی اور عبادت میں لگا رہتا تھا۔ اٹھتی جوانی تھی۔ اس کے چہرے پر نور تھا۔ مگر وہ سادہ لباس میں رہتا۔ شہزادوں کی پوشاکوں سے اسے نفرت تھی، کوئی آن بان اور ٹھاٹھ باٹھ اس میں نہیں تھی۔ وہ زہد کے ساتھ زندگی گزارتا۔ وہ محل میں رہتے ہوئے کوئی مرغن غذائیں نہیں کھاتا تھا۔ وہ دسترخوان کے کونے پر بیٹھتا اور خشک روٹی کھا کر گزارہ کرتا۔ لوگ پوچھتے کہ تم دسترخوان کی باقی نعمتوں کو کیوں نہیں کھاتے۔ وہ جواب میں کہتا کہ مجھے حساب بھی تو دینا پڑے گا اس لئے میں فقط خشک روٹی کھاتا ہوں۔ وہ زمین پر بستر بچھا کر سوتا۔ سارے گھر والے حیران تھے کہ پتہ نہیں اس نوجوان کو کیا ہو گیا ہے۔ اسے وزراء سمجھاتے، امراء سمجھاتے، اور دوسرے لوگ سمجھاتے کہ تم آخر شہزادے ہو، بادشاہ کے بیٹے ہو، بڑے بڑے لوگ یہاں آتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ بادشاہ کا بیٹا ایسا ہے تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ پاگل ہو چکا ہے، یہ مجنون بن چکا ہے، بادشاہ کو اس طرح کی باتیں سننا پڑتی ہیں، اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اپنی ظاہری شکل وصورت کو شہزادوں کی طرح بنا کر رکھو۔ وہ آگے سے جواب دیتا ہے کہ میں ان کے سامنے ظاہری شکل وصورت کیا بنا کر پھروں گا، مجھے تو اپنی شکل وصورت کو اللہ کے لئے بنانا ہے تاکہ میرا مولا! مجھ سے راضی ہو جائے، میں نے دنیا کو راضی کر بھی لیا تو میں کامیاب نہیں ہونگا، میری کامیابی کا تعلق اللہ رب العزت کی رضا میں ہے لہٰذا میں تو سادہ زندگی گزاروں گا اور اپنے مولا کو راضی کروں گا، مجھے موت کا پتہ نہیں کہ کب آ جائے، میں تو ہر وقت موت کے لئے تیار رہوں تاکہ موت کے وقت مجھے پاتے ہوئے تکلیف نہ ہو۔ تم بھی اپنی زندگی کی اس روش کو چھوڑ دو، یہ محلات، یہ دنیا کی راہ ورسم اور یہ دنیا کی زیب و زینت سب فانی ہیں، یہیں رہ جائیں گی، تم موت کو مت بھولو۔ چنانچہ

عجیب سی محفل ہو جاتی ۔ جس محفل میں لوگ خوشی کی باتیں کر رہے ہوتے وہاں یہ شہزادہ آ جاتا جس کی وجہ سے ان کو چپ ہونا پڑتا اور یوں محفل کا رنگ بدل جاتا ۔ لوگ بادشاہ کو کہتے کہ جی آپ حکیموں سے اس کا علاج کروائیں ، کچھ اس کو سمجھائیں ۔ پتہ نہیں کیا ہے کہ سوکھ کر کانٹا بنتا جا رہا ہے ۔ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے ، نہ دنیا سے کوئی واسطہ رکھتا ہے اور نہ کسی سے بات کرتا ہے ، بس ہر وقت تسبیح پڑھتا ہے ، مصلے پہ بیٹھتا ہے ، نمازیں پڑھتا ہے ، تلاوت کرتا ہے ۔ اس کو تو گویا دنیا میں کسی اور سے کوئی غرض ہی نہیں ۔ اس لئے لگتا ہے کہ یہ کچھ بیمار ہے ۔

ایک دن بادشاہ نے اسے بلایا اور سوچا کہ میں اس بیٹے کو سمجھاؤں گا ۔ اس لئے بیٹے کو بٹھا کر کہا ، بیٹا ، دیکھو کہ میں بادشاہ ہوں ، میرے پاس رعایا کے ہر چھوٹے بڑے نے آنا ہوتا ہے ، لوگ تمہیں محل میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم مجنون اور پاگل ہو ، مجھے باتیں سننا پڑتی ہیں ، مجھے تیری وجہ سے دوسروں کے سامنے ذلت اٹھانا پڑتی ہے ، تم ذرا اپنی ظاہری شکل و صورت کو بدلو ، ہمیں اللہ نے بہت دیا ہوا ہے ، اچھے کپڑے پہن سکتے ہو ، یہ سب نعمتیں اللہ کی ہیں ، تم نیک بن کر بھی اللہ کی یہ نعمتیں استعمال کر سکتے ہو ۔ وہ کہنے لگا ، ابا جان ، بات یہ ہے کہ جب میں ان نعمتوں کو استعمال کروں گا تو مجھے ان کا حساب دینا پڑے گا ۔ وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ، اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکر بھی ادا کروں گا پھر بھی ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ قرآن پاک گواہی دے رہا ہے کہ قیامت کے دن تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا ۔ اس لئے ابا جان ! میں تو قیامت کے دن سوال کا جواب نہیں دے سکوں گا ۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ میں دنیا سے جتنا کم کھا سکتا ہوں کھاؤں ، جتنا سادہ پہن سکتا ہوں پہنوں ، میں دنیا سے دل

لگانے کی بجائے آخرت سے دل لگاؤں ، وہاں اللہ تعالیٰ مجھے پوشاک پہنا دیں گے اور وہاں مجھے اللہ رب العزت اچھی زندگی عطا فرما دیں گے ، اصل کامیابی یہ کامیابی ہوگی ۔ جب کافی طویل بات ہوگئی تو باپ نے ناراض ہو کر کہا ۔ بیٹا ! تم نے مجھے دنیا میں پریشان کر دیا ہے ، مجھے تم نے لوگوں کے سامنے بے عزت کر دیا ہے ۔ جب اس نوجوان نے یہ سنا تو وہ کہنے لگا ، ابا جان ! اگر میری وجہ سے آپ کو اپنی بے عزتی برداشت کرنا پڑتی ہے تو پھر میں یہاں سے کہیں دور چلا جاتا ہوں تا کہ آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو ۔ میری اپنی زندگی کا معاملہ ہے ۔ قیامت کے دن میں اللہ کے حضور اکیلا کھڑا ہوں گا ۔ ابا جی ! نہ آپ میرے ساتھ ہوں گے ، نہ میری ماں میرے ساتھ ہوگی ، نہ یہ امراء و وزراء میرے ساتھ ہوں گے ، جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ، ہم اپنے بندوں کو ایک ایک کر کے اپنے سامنے بلائیں گے ، جیسے قطار میں کھڑے ہوئے ایک ایک کر کے آتے ہیں ۔ اور ان سے حساب پوچھیں گے ۔ اے ابا جان ! جب مجھے اکیلے ہی جواب دینا ہے تو پھر میں کیوں نہ وہ زندگی گزاروں جس کا جواب میں دے سکتا ہوں ، مجھے ان نعمتوں کی کوئی ضرورت نہیں ، مجھے تو فقط پروردگار کی رضا چاہئے ۔ میں تو اپنی زندگی میں عبادت کروں گا ۔ میں اپنا وقت دنیا کی چیزوں میں کیوں ضائع کروں ؟

جب بیٹے نے یہ بات کی تو بادشاہ نے پھر اسے سمجھایا ۔ لیکن آپ نے کہہ دیا ہے کہ میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانا پڑتی ہے اس لئے اب میں اس گھر میں نہیں رہوں گا میں یہاں سے چلا جاؤں گا ۔ یہ بات کہہ کر وہ نوجوان کھڑا ہوا ۔ باپ نے بڑی منت سماجت کی تا کہ رک جائے مگر وہ کہنے لگا ، اب راستے جدا ہیں ، میں جا کر عبادت کروں گا تا کہ اللہ رب العزت کے حضور میں کامیاب ہو جاؤں ۔

جب وہ جانے لگا تو بادشاہ کی بیوی کو پتہ چلا۔ اس نے اس کو چاندی کی ایک بڑی قیمتی انگوٹھی دے دی تاکہ سفر میں ضرورت پڑنے پر کام آ سکے۔ اور اس کو ایک قرآن پاک دے دیا اور کہا کہ بیٹا! تمہیں قرآن پڑھنے کا شوق ہے تم گھنٹوں بیٹھ کر قرآن پڑھتے ہو، تم اس قرآن کو پڑھو گے تمہیں اپنی ماں بھی یاد آئے گی کہ امی نے میرے ہاتھ میں قرآن دیا تھا۔ تم ماں کی یاد بھی اپنے دل میں رکھنا، چونکہ ماں کو تم بھول نہیں سکتے، ماں کا دل بھی تمہارے لئے تڑپتا رہے گا، اس طرح پیار کا تعلق درمیان میں رہے گا۔ بیٹے نے وہ انگوٹھی اور قرآن لیا۔ وہاں سے چلا گیا، دور کسی بستی میں ایک اللہ والے رہتے تھے۔ وہ وہاں چلا گیا۔ وہاں اس نے اپنی زندگی گزارنا شروع کی۔ وہ وہاں مسجد کے اندر اعتکاف کی نیت سے رہتا اور وہاں سارا دن ذکر و عبادت کرتا۔ ہفتہ میں فقط ایک دن وہ مزدوری کرتا اور مزدوری میں جو کچھ اسے پیسے ملتے اس کی سات روٹیاں بنتی تھیں، روزانہ ایک روٹی خرید کر پانی کے ساتھ کھا لیتا اور گزارہ ہو جاتا۔

ایک آدمی کو مکان بنوانا تھا۔ اس نے مزدوروں کی جگہ پر جا کر دیکھا کہ مجھے کوئی مزدور مل جائے۔ اسے یہ وہاں بیٹھا ہوا ملا۔ اس نے کہا کہ میں آپ کو مزدوری کیلئے اپنے گھر لے جانا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا، اچھا میری کچھ شرائط ہیں۔ اس نے پوچھا کہ شرائط کیا ہیں؟ اس نوجوان نے جواب دیا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے گا تو میں نماز ضرور پڑھوں گا، میں نماز نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ اس شہزادے نے کہا، اچھا میں کام کروں گا تو مجھے کام کرنے کے لئے آپ پوری طرح آزادی دیں گے۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ خیر وہ اس کو لے کر چلا گیا۔ اس نوجوان کو دیوار بنانا تھی۔ اس نے شام تک اتنی بڑی دیوار بنادی کہ مالک نے سوچا کہ دو آدمی مل کر بھی اتنی دیوار نہیں بنا سکتے۔ اس خدا کے بندے نے نمازیں بھی پڑھیں، کام بھی کیا اور دوگنا کام کر کے جانے لگا۔ اس نے اس کو جتنی رقم طے ہوئی تھی اس سے زیادہ دینا چاہی مگر اس نے انکار کر دیا۔ کہنے لگا، میں زیادہ رقم لے کر کیا کروں گا۔ اس نے کہا میں خوش ہو کر دے رہا ہوں کہ تم نے زیادہ کام کیا۔ یہ کہنے لگا: میں تو اتنی رقم لوں گا جتنی کی مجھے ضرورت ہے، مجھے تو اتنے پیسے چاہئیں کہ ہر دن مجھے ایک روٹی مل جائے۔ چنانچہ اس نے طے شدہ رقم ہی لی اور چلا گیا۔

اس آدمی نے بیٹھ کر سوچا کہ یہ کتنا نیک نوجوان ہے کہ کہتا ہے کہ مجھے دنیا سے کیا واسطہ ہے، میں تو تھوڑا سا کھانا کھا کر گزارہ کر لیتا ہوں، باقی وقت اللہ کی عبادت میں گزارتا ہوں۔ تو اسی نیک کے ہاتھوں سے میرا مکان بننا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اگلے دن کوئی اور مزدور نہ بلایا۔ وہ پھر بازار میں گیا اور کہا کہ مجھے مزدوری کیلئے فلاں نوجوان چاہئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو ہفتے میں ایک دن کام کرتا ہے۔ اور باقی چھ دن اللہ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس نے کہا، بہت اچھا۔ جب وہ دن آنے گا تو میں پھر اس کو گھر لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ اگلے ہفتے وہ اسی دن پہنچا۔ پھر وہی نوجوان ملا۔ وہ اسے لیکر اپنے گھر آیا۔ اب جب وہ نوجوان کام کرنے لگا تو اس مالک نے سوچا کہ میں ذرا اس کو چھپ کے دیکھتا ہوں کہ یہ کام کیسے کرتا ہے کہ اس نے میرا دوگنا کام کیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ نوجوان ایک ہاتھ سے گارا اس دیوار کے اوپر رکھتا ہے اور جیسے ہی اینٹ کو اٹھا کر اوپر رکھتا ہے تو وہ اینٹ خود بخود ایسے دیوار پر پڑتی ہے کہ بالکل اپنی جگہ پر بیٹھتی ہے اس کو ایڈجسٹمنٹ نہیں کرنا پڑتی۔ وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا۔ بس گارا رکھا اور اینٹ کو اٹھا

کر رکھا گیا اور اینٹیں نگینے کی طرح جڑتی گئیں۔ وہ کہنے لگا کہ اس بندے کے ساتھ کوئی خدائی مدد ہے کہ اللہ تعالیٰ تھوڑے وقت میں اس سے زیادہ کام لے رہے ہیں۔ چنانچہ بڑا خوش ہوا کہ یہ کتنا نیک نوجوان ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جوانی میں عبادت کا ایسا شوق دے دیا۔

جب اگلا ہفتہ آیا تو وہ پھر وہاں گیا تاکہ اس کو لے کر آئے۔ لوگوں نے کہا کہ وہ تو بیمار ہے، آج وہ مزدوری کیلئے نہیں آیا۔ پوچھا کہ وہ کہاں ہوگا؟ انہوں نے کہا جناب! وہ فلاں مسجد کے قریب ایک جگہ پر رہتا تھا، آپ جائیے وہاں جا کر دیکھئے۔ یہ وہاں گیا تو دیکھا کہ نوجوان زمین پر لیٹا ہوا ہے۔ اس کو بخار تھا جس کی وجہ سے اس کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ جب وہ قریب پہنچا تو اس نے لڑکے سے کہا، اے نوجوان! تم بڑے بیمار ہو، میرے ساتھ میرے گھر آؤ، میں تمہارے لئے کوئی دوا کا بندوبست کردوں۔ وہ کہنے لگا نہیں مجھے شفا دینے والے نے ہی تو بیمار کیا ہے، میرے لئے تو اب موت کے سوا کوئی دوائی کام نہیں آئے گی۔ میں تو بس اب جانے کے قریب ہوں۔ میری مہلت زندگی اتنی ہی تھی، میں اب دنیا سے جا رہا ہوں۔ بس مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ میں اپنے ایمان کو بچا کر لے جا رہا ہوں۔ میں نے دنیا کی زندگی پہ کبھی بھروسا نہیں کیا، کبھی دنیا سے دل نہیں لگایا۔ میں جانتا تھا کہ یہ چیزیں عارضی ہیں اس لئے میں دنیا سے ہمیشہ دور بھاگتا تھا، آخرت کی تیاری کرتا رہتا تھا۔ آج الحمدللہ میں اچھے حال میں جا رہا ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ کہنے لگا، میرے پاس امانت ہے، تم یہ امانت ان کو پہنچا دینا جنہوں نے مجھے دی تھی۔ وہ کہنے لگا، وہ کیا؟ اس نے اپنی انگلی سے وہ انگوٹھی نکال کر دے دی اور اپنا قرآن پاک حوالے کیا اور

کہا کہ وقت کے بادشاہ کے پاس چلے جانا اور اسے کہہ دینا کہ ایک پردیسی نے یہ دو چیزیں امانت لی تھیں اب واپس بھیجی ہیں، ان کو قبول کر لیں۔ جیسے ہی اس نے سنا کہ یہ ہارون الرشید کی بات کر رہا ہے تب اسے احساس ہوا کہ ہاں ہم سنتے تھے کہ بادشاہ کا ایک شہزادہ ہے جو اس طرح دیوانہ اور پاگل ہے، کہیں یہ وہ تو نہیں۔ اتنے میں اس نوجوان نے کلمہ پڑھا اور اللہ کو پیارا ہو گیا۔ اب اس کا دل غمزدہ تھا۔ اس نے اسے کفنا دیا، دفنا دیا اور پھر وہ قرآن پاک اور انگوٹھی لے کر چلا کہ میں ہارون الرشید کو دے آؤں۔

جب شہر میں پہنچا تو دیکھا کہ پولیس آ رہی ہے اور لوگوں کو ہٹا رہی ہے۔ ہٹو بچو کی صدائیں آ رہی ہیں کہ بادشاہ کی سواری آ رہی ہے۔ چنانچہ تھوڑی دور پیچھے بادشاہ اپنے وزراء کے ساتھ آ رہا تھا۔ جس سواری کے اوپر بادشاہ سوار تھا جب وہ سواری اس آدمی کے قریب آئی تو اس نے کہا، بادشاہ سلامت! آپ کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قرابت داری (رشتہ داری) کا واسطہ آپ میری بات سن لیجئے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے اپنی سواری کو کھڑا کروا دیا۔ اس نے وہ انگوٹھی اور قرآن اس کو دکھایا اور کہا کہ یہ ایک پردیسی نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ بادشاہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ کہنے لگا، اے مخاطب! تو میرے ساتھ آ اور مجھے گھر آ کر یہ باتیں ذرا بتا دے، میں وہاں پر تجھ سے یہ چیزیں لے لوں گا۔ چنانچہ بادشاہ اپنے محل میں آیا اور آتے ہی اس نے اس آدمی کو بلوایا اور کہا، اے مخاطب مجھے لگتا ہے کہ تو مجھے غم کی کوئی خبر سنائے گا لیکن بتا تو سہی کہ میرے جگر گوشے کا کیا حال ہے؟ تو نے اس کو کس حال میں دیکھا؟ وہ کہنے لگا کہ وہ نوجوان تھا، چہرے پر نور تھا، وہ ہفتے میں ایک دن مزدوری کرتا تھا۔ میں نے بھی دو مرتبہ اس سے

مزدوری کروائی۔ وہ پورے دن میں ایک روٹی کھاتا تھا، باقی سارا دن عبادت کرتا تھا، سوکھ کر کانٹا بن گیا تھا، اس طرح اس نے زندگی گزاری۔ میں نے اسے آخری لمحے میں دیکھا، اسے گلے پہ موت آئی۔ اس نے کہا تھا کہ یہ امانتیں میرے باپ تک پہنچا دے۔ بادشاہ دیکھ کر رونے لگ گیا۔ کہنے لگا کہ تمہیں بھی خیال نہ آیا کہ ایک شہزادے سے تم اپنا مکان بنواتے رہے۔ اس نے کہا، بادشاہ سلامت! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ کا بیٹا اور شہزادہ ہے تو میں کیوں اس سے مکان بنواتا۔ مگر وہ تو اپنے آپ کو فقیر سمجھتا تھا، وہ تو اپنے آپ کو درویش سمجھتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے تو آخرت کی تیاری کرنی ہے۔ میں وہاں کے محلات میں رہوں گا۔ تو بادشاہ نے رو کر اس نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا، اے میرے بیٹے! تو چھوٹی عمر میں تھا اور میں تیرا باپ بڑی عمر میں تھا، بیٹے! تیرے بال کالے تھے میرے سفید تھے، مگر مقصد زندگی کو تو نے سمجھ لیا تھا میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ بیٹے! میں دھوکے میں پڑا ہوا تھا، میں نے زندگی کے دن ضائع کر دیے۔ میرے پاس آخرت کی کوئی تیاری نہیں۔ اے میرے نوجوان بیٹے! تو نے جوانی میں دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیا تھا۔ تو نے دنیا میں دل نہیں لگایا، تو دنیا کی لذتوں کے پیچھے نہیں بھاگا، دنیا کی آسائشوں کے پیچھے نہیں بھاگا۔ بیٹے! تو نے موت کو یاد رکھا، ہر لمحے یہ بات ذہن میں رہی کہ مجھے اللہ کے حضور جانا ہے۔ بیٹے! تو سچا تھا تیرا باپ جھوٹا تھا۔ بیٹا! تو ہدایت پر تھا تیرا باپ بھٹکا ہوا تھا۔ آج تو ہدایت لے کر دنیا سے چلا گیا۔ تیرا باپ اپنے بالوں کو سفید کر بیٹھا مگر گناہوں سے اپنے چہرے کو سیاہ کر بیٹھا۔ میں اپنے مالک کے سامنے کیا لے کر جاؤں گا۔ یہ دنیا کے محلات، یہ دنیا کی رونقیں، یہ دنیا کی ساری نعمتیں سب یہیں رہ جائیں گی۔ بیٹے! تیرے باپ کا کیا حال ہوگا جب زنجیروں میں باندھ کر

اسے پیش کر دیا جائے گا اور کہیں گے، اے دنیا کے حکمرانو! اب تمہاری زنجیریں تب کھلیں گی جب تو ثابت کرے گا کہ تو نے نعمتوں کی قدر کی تھی اور ہمارے حکموں کے مطابق زندگی گزاری تھی۔ بیٹے! اس دن میں غریب ہوں گا اور تیری حیثیت بادشاہ والی ہوگی۔ آج دنیا مجھے بادشاہ کہتی ہے مگر آخرت کا میں فقیر ہوں۔ وہ باتیں بھی کرتا رہا اور روتا بھی رہا۔ پھر اس نے کہا کہ واقعی میں اپنی زندگی کو بدل کر اللہ رب العزت کی رضا کو حاصل کروں گا۔

مراقبۂ موت:

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے مراقبہ موت کے عنوان سے اشعار لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ اشعار آپ کو سنا دیتا ہوں۔ ان اشعار کو اکثر پڑھتے رہنا چاہیے۔ فرماتے ہیں۔

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے
کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پہلواں کیا کیا پچھاڑے موت نے
سرو قد قبروں میں اتارے موت نے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن
قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم
سانس ہے اک رہرو ملک عدم
دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اتنی غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ حسینوں کی چمک اور یہ مہک
دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک
بھول کر بھی پاس ان کے نہ پھٹک

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسن ظاہر پر اگر جائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا
عالم فانی سے دھوکا کھائے گا
رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا
نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا
انه قد فاز فوزاً من نجا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

خلاصہ کلام:

میرے دوستو! آج ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک خواہشات اور شہوات یعنی شیطان کا راستہ ہے اور دوسرا نیکی اور پرہیزگاری یعنی رحمٰن کا راستہ ہے۔ فیصلہ ہمارے اختیار میں ہے۔ جو راستہ آج اختیار کریں گے منزل وہی بنے گی۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ زندگی تو فسق و فجور میں گزرے اور مرتے وقت بایزید بسطامیؒ اور جنید بغدادیؒ جیسی موت آ جائے۔ کیونکہ میرے آقا ﷺ نے فرمایا کَمَا تَعِیْشُوْنَ تَمُوْتُوْنَ (تم جیسے زندگی گزارو گے اسی حال میں موت آئے گی)۔ اور جس حال میں تمہیں موت آئے گی تُحْشَرُوْنَ اسی حال میں تم اللہ کے سامنے کھڑے

کے جاؤ گے۔ جس ڈھب پر زندگی گزر رہی ہے اسی ڈھب پر موت آئے گی۔ لہٰذا اپنی زندگی کے رخ کو بدل لیجیے، نیکوکاری کی زندگی اپنا لیجیے۔ یہ تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ اس کے بعد ہمارے لئے سعادتوں کے دروازے کھلنے والے ہیں۔ حضرت شاہ فقی نے کیا ہی اچھی بات کہی:

نور میں ہو یا نار میں رہنا
ہر جگہ یادِ یار میں رہنا
چند جھونکے خزاں کے بس سہہ لو
پھر ہمیشہ بہار میں رہنا

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نیکوکاری اور پرہیزگاری کی زندگی گزارتے ہیں اور موت کے وقت ان کے لئے ابدی خوشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان کے ساتھ موت عطا فرما کر آگے کی منزلوں کو آسان فرمائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (یہ کام اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے)۔

دعا ہے کہ رب کریم ہمیں آخرت کی کامیابیاں نصیب فرمادے، دنیا کی عزتیں نصیب فرمادے اور ہمیں ایمانی، اسلامی اور قرآنی زندگی بسر کرنے کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین ثم آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ○

